

رِجَالُ نَبِيِّ

تأليف

الشيخ
محمد ناصر الدين
الالباني

ترجمه

مولانا محمد صادق خلیل

ناشر

ضیاء السنن، ادارۃ الترجمة والتالیف

محله رحمت آباد - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

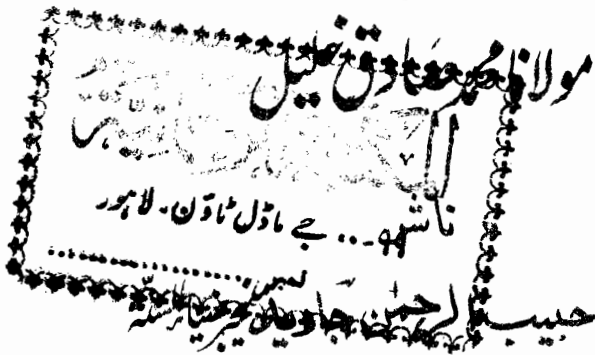
www.KitaboSunnat.com

حج نبوی

مصنف :-

علامہ محمد ناصر الدین البانی

مترجم



ادارۃ المترجمہ والتالیف رحمت آباد فیصل آباد
(پاکستان)

حج نبوی : کتاب
علامہ محمد ناصر الدین البانی : مصنف
مولانا محمد صادق خلیل : مترجم
ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمہ : ناشر
حبیب الرحمن جاوید : ترمیم و آرائش
محمد عاشق حسین ہاشمی : کتابت
جاوید ریاض برنٹرز : طباعت
تاریخ اشاعت :
تعداد :
قیمت :
۱۰۰۰
چھ روپے



فہرستِ عنوانات

۲۲	تیسری نافرمانی سونے کی انگوٹھی پہننا	۶	مقدمہ
۲۵	رسول اکرم نے کونسا حج کیا؟	۸	بیت اللہ کی عظمت
۳۱	حضرت عمر نے تمتع سے کیوں منع کیا؟	۹	حج کے فائدے
۳۳	اعتراض	۱۰	حج انقلاب لاتا ہے
۳۴	جواب	۱۳	علامہ محمد ناصر الدین السبانی
۴۱	حافظ ابن حزم کا قول	۱۶	دوسرا ایڈیشن
۴۳	وہ کام جو محرم کے لئے جائز ہیں	۱۷	چند نصاب
۴۴	شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول	۱۸	شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول
۴۶	حافظ ابن حزم کا قول	۱۸	حافظ ابن حزم کا قول
۴۷	سوال	۱۹	پہلی نافرمانی شرک کرنا
۴۸	جواب	۲۱	دوسری نافرمانی دارِ طبعی منڈانا

۹۰	عرفات کی جانب روانہ ہونا	۵۳	ائمہ حدیث اور جابر کی حدیث
۹۱	عرفات کا خطبہ	۵۳	امام نودی کا ارشاد
۹۵	عرفہ میں وقوف	۵۳	قاضی عیاض کا قول
۹۷	عرفات سے واپسی	۵۴	مناسک حج کی ذایات اور ان کی تخریج
۹۸	مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کرنا	۶۲	حافظ ابن عبد البر کا قول
۹۹	مشعر الحرام میں وقوف کرنا	۶۳	حافظ ابن حجر کا قول
۹۹	جمروں کو کنکر مارنے	۶۹	صوفیا کی گمراہی
۱۰۲	جمرہ کبریٰ کو کنکر مارنے	۷۰	منکرین حدیث
۱۰۷	قربانی ذبح کرنا	۷۲	صفا، سروہ پر وقوف
۱۰۹	دسویں ذی الحج کے امور میں تبدیلی	۷۳	مکہ مکرمہ میں داخل ہونا
۱۱۳	دسویں ذی الحج کو آپ کا خطبہ	۷۸	حج کے احرام کو فسخ کرنا
۱۱۴	طوافِ صدر	۷۸	حافظ ابن القیم کا قول
۱۱۸	حضرت عائشہ کے واقعہ کی تکمیل	۸۰	امام نودی کا قول
۱۱۹	طوافِ وداع	۸۳	بطحا میں اترنا
۱۲۱	مسائل حج کا خلاصہ	۸۴	حج کے فسخ پر آپ کا خطبہ
۱۲۵	چند اہم معلومات کا اضافہ	۸۶	حضرت علی کا یمن سے آنا
۲۶	بدعات کی قسمیں	۸۸	آٹھ ذی الحج منیٰ کی طرف جانا

۱۵۰	عرفات کی بدعتیں	۱۲۸	بدعت کی شناخت پر شیخ حسن بن علی {
۱۵۵	{ کیا فضائل اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے	۱۲۹	کا ایمان افزودن بیان
۱۵۶	مزدلفہ کی بدعات	۱۳۰	امام مالک کا قول
۱۵۸	رمی جمار کی بدعات	۱۳۲	احرام سے قبل کی بدعات
۱۵۹	ذبح اور حلق کی بدعتیں	۱۳۶	امام غزالی کا نظریہ غلط ہے
۱۶۱	مختلف بدعات	۱۳۹	احرام، لیک کی بدعات
۱۶۳	مدینہ منورہ سے متعلقہ بدعات	۱۴۴	بدعات طواف
۱۶۳	بیت المقدس کی بدعات		صفا، مروہ کے درمیان سعی {
۱۶۴	مسجد اقصیٰ کی تحدید	۱۴۹	میں بدعات
			ابن الہمام کی غلطی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مُقَدِّمَةٌ (طبع اول)

حج کیا ہے؟

حج کا لغوی معنی قصد کرنا اور شرفاً بیت اللہ کی زیارت اور شعائر اللہ کی ادائیگی کا نام حج ہے۔ تفصیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہلت میں کسی مقدس متبرک مقام کی زیارت کا نام حج ہے۔ کچھ لوگ مندروں کو مقدس سمجھ کر وہاں جاتے ہیں اور جانوروں وغیرہ کی قربانی پیش کرتے ہیں اور سکھ مذہب کے لوگ خصوصیت کے ساتھ ان گوردواروں کی یاترا کرتے ہیں، جہاں ان کے پیشوا گرو نانک پوجا پاٹھ کرتے رہے اور نام نہاد مسلمان مشائخ کی قبروں کے حج کو بیت اللہ کے حج سے بہتر سمجھتے ہیں، بلکہ اصل حج مشائخ کی قبور کی زیارت کو قرار دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں۔

ومن هؤلاء

رقمطراز ہیں۔

ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو قبروں کے حج کو بیت اللہ کے حج پر افضل قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شیخ کی قبر کی دو بار یا تین بار

من یرحج الحجج الی المقابرا للحج الی البیت لکن قد یقول احدہم انک اذا نذت قبر الشیخ مرتین

لہ الرد علی البکری ص ۲۹۶ ج ۲

او ثلاثا كان كحجة و من الناس
 من يجعل مقبرة الشيخ
 بمنزلة عرفات يسافرون
 اليها وقت الموسم يعرفون
 بها كما يعرف المسلمون
 بعرفات كما يفعل هذا في
 المغرب والمشرق و منهم
 من يجعل السفر الى المشهد
 والقبر الذي يعظمه افضل
 من الحج ويقول احد المریدین
 لا خرو قد حج سبع حجج الى
 بيت الله العتيق اتبعني
 زيارة قبر الشيخ بالحجج
 السبع فشاور الشيخ فقال
 لو بعت بكنة مغلوبا و منهم
 من يقول من طاف بقبر
 الشيخ سبعا كان كحجة -

قرار دیتے ہیں -

زیارت کرنا ایک حج کے برابر ہے اور بعض
 لوگ شیخ کی قبر کو عرفات کی حیثیت دیتے
 ہیں اور عرفات کے دن شیخ کی خانقاہ کی جانب
 سفر کرتے ہیں جس طرح حجاج عرفات میں جمع
 ہوتے ہیں، اسی طرح وہاں جمع ہوتے ہیں،
 چنانچہ مغرب، مشرق میں اسی طرح کے اجتماعات
 دیکھنے میں آتے ہیں اور بعض لوگ شیخ کی قبر
 کی خانقاہ کو حج سے افضل قرار دے کر اس کی
 جانب سفر کرتے ہیں، چنانچہ ایک شیخ کے مرید
 نے دو سرے رفیق سے کہا، جو سات بار بیت اللہ
 کا حج کر چکا تھا، کیا شیخ کے روضہ کی زیارت
 کو سات حجوں کے بدلے بیچ سکتے ہو۔ اس
 نے اپنے شیخ سے مشورہ کیا اس نے جواب دیا
 اگر سات حجوں کے بدلے تو شیخ کی زیارت کو
 فروخت کر دے گا، تو تو خسارے میں رہے
 گا اور بعض لوگ شیخ کی قبر کے ارد گرد سات
 دفعہ طواف کرنے کو حج بیت اللہ کے مساوی

لیکن شریعت اسلامیہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے جانا اس شخص کے لئے فرضی ہے

جو استطاعت رکھتا ہے اور اسی کا نام حج ہے، وگرنہ کسی مسجد کی زیارت کو، کوہ طور کی زیارت، غارِ حرا کی زیارت، روضہ اقدس کی زیارت کے لیے سفر کرنا تو جائز ہے اور نہ ہی ان کی زیارت کو حج کہا جاسکتا ہے؛ البتہ مسجد نبوی، مسجد بیت المقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے لیکن اس کو حج کہنا جائز نہیں اور اسلام میں حج کو عبادت کہا گیا ہے، بلکہ ایک حدیث میں اس کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے اور حج کرنے سے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور شرعاً عبادت میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ترمیم وغیرہ کا امکان ہے اور نہ ہی عقلی دلائل کی روشنی میں غیر عبادت کو عبادت کی فہرست میں داخل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی عبادت کو عبادت کی فہرست سے خارج کیا جاسکتا ہے۔

بیت اللہ کی عظمت

کیا یہ حقیقت نہیں؟ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اس بنیاد پر اگر کوئی شخص ترمیم کرے اور کہے کہ چونکہ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت حاصل ہے، کیوں نہ مسجد نبوی کا حج کیا جائے جبکہ حج بیت الحرام کا کیا جاتا ہے، تو ہم صاف معاف ہیں گے کہ شریعت بنانے والے اللہ پاک ہیں، انہوں نے بیت اللہ کو افضل قرار دیا اور شعاً کی ادائیگی کا حکم دیا، لیکن چونکہ مسجد نبوی کے حج کا حکم نہیں دیا گیا، اس لئے ہم اس کا حج نہیں کریں گے اور نہ کسی عقلی دلیل کو قابل اعتنا سمجھیں گے۔ بیت اللہ کی عظمت کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جب لوگوں کو بیت اللہ کے حج سے باز رکھنے کے لئے یمن میں نہایت عمدہ منقش خوبصورت گرجا تعمیر کیا گیا اور اس کی جانب لوگوں کی عدم رغبت کے پیش نظر بیت اللہ رسماً کرنے کے لئے ایک خوفناک مسلح لشکر روانہ کیا گیا، تو غیرتِ خداوندی جوش میں آتی،

نتیجۃً اتنے بڑے لشکر کی ہلاکت کا سامان اباہل پرندوں کے ذریعہ کیا گیا اور ہاتھیوں سمیت تمام لشکر کو تہس نہس کر ڈالا گیا اور وہ منزل مقصود سے پہلے ہی عذابِ خداوندی میں گرفتار کر لئے گئے۔ اُن کی تباہی و بربادی اور ناکامی کے المناک منظر کی مجملاً نقشہ کشی سورہ فیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ پس معلوم ہوا بیت اللہ کی عظمت کے مساوی کسی متبرک مقام، مسجد، مزار، خانقاہ وغیرہ کی عظمت کو سمجھنا اور بیت اللہ کی طرح اس کا حج کرنا یا اس کی زیارت کے لئے سفر کرنا یقیناً عتابِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور تحریف فی الدین ہے۔

فلیحذر الذین یخالفون
عن امرہ ان تصیبہم ننتہ
او یصیبہم عذاب الیم

ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، کہیں ان کو فتنہ یا دردناک عذاب گرفت میں نہ لے لے۔

حج بیت اللہ کے فائدے

حج بیت اللہ سے جہاں سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک حدیث میں اس کو افضل جہاد کہا گیا ہے، وہاں اس سے بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں اور غالباً کئی دوسری عبادت سے اس قدر فائدے ہوتے ہوں جس قدر اس عبادت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربّانی ملاحظہ ہو:

جعل اللہ الکعبۃ البیت
الحرام قیاماً للناس والشہر
الحرام والہدی والقتلائد
ذالک لتعلموا ان اللہ یعلم

خدا نے عزت کے گھر (یعنی) کعبے کو موجب امن مقرر فرمایا ہے اور عزت کے مہینوں کو اور قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں۔ یہ اس لئے کہ تم جان لو

ما فی السموات و ما فی الارض
وان اللہ بسکلی شیئی علیم۔
کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین ہے، خدا
سب کو جانتا ہے اور یہ کہ خدا کو ہر چیز کا علم ہے۔
ظاہر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر فرمایا، اس وقت سے
بیت اللہ لوگوں کی توجہات کا مرکز ہے۔ اس کی زیارت کے لئے آنے والوں کا اتنا بندھا رہتا
ہے، وہاں پہنچ کر لوگوں کو دلی سکون حاصل ہوتا ہے اور جہاں وہ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ
ہو جاتے ہیں، وہاں انہیں ہر قسم کے فوٹا کہ مطعومات، مشروبات وغیرہ بکثرت میسر آتے ہیں اور
بنیادی ضرورت کی تمام چیزیں فراوانی کے ساتھ ملتی ہیں۔

ارشادِ بانی ہے: او لم نمکن
لہم حرماً آسنا یجبی الیہ ثمرات
کل شیئی رزقا من لدنا ولکن
اکثرہم لایعلمون۔
کیا ہم نے ان کو حرم میں جو اس کا مقام ہے
جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے
جاتے ہیں اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے
لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

حج انقلاب لاتا ہے

اور پھر بیت اللہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ کا نتیجہ ہے کہ اہل اسلام دور دراز کے ملکوں سے
سفر کی صعوبتوں، دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑوں، سمندروں کو عبور کر کے وہاں پہنچتے ہیں۔ صرف
ایک مقصد ایک آرزو، ایک جذبہ مختلف النوع والنسل لوگوں کو وہاں جمع کرتا ہے۔ امیرِ مہذب
بادشاہ فقیر سب نے کفن کا سلباس پہن رکھا ہوتا ہے، تمام کے سر ننگے ہوتے ہیں اور
لبیک لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک کی صدا میں بلند کرتے
ہوئے اور تسبیح و تہجد کے کلمات کا رجز کرتے ہوئے تواضع کے ساتھ سر جھکائے عقیدت کے

پھول بچھا درتے ہوئے آ رہے ہوتے ہیں۔ محض اللہ کی رضا کے لئے مالی ایثار کے ساتھ ساتھ نفس کی عیش کو فنیوں کو قربان کر کے اہل و عیال اور پیارے دوستوں کی مفارقت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور بیت، اللہ کی زیارت کے ساتھ عشق اور وارفتگی کا یہ عالم دیکھنے میں آیا ہے کہ زائرین گھر بار کے عیش و آرام کو سچ کرتے ہیں اور ایڑ کٹ لینڈ محلات کے آرام و آسائش کو تیر باد کہتے ہیں۔ عشرت کہہ دن کی دل کشی کے جملہ ساز و سامان کو پرکھ کی حیثیت دیتے ہوئے دیوانہ وار مقصود سے ہٹنا ہونے کے لئے تیز تیز قدم رکھ رہے ہوتے ہیں اور جذب و مستی کے عالم میں مشاعر ج ادا کرتے ہوئے جس سرور اور کیف کی دولت سے ہٹنا ہوتے ہیں۔ الفاظ میں تو اس کی نقشہ کشی ممکن نہیں اور کون ہے جو ان کی مناجات کی لذت اور سرشاری کی کیفیات کو صفحہ قرطاس پر رقم کر سکے۔ وہ اللہ کے گھر میں پہنچ کر رب کعبہ کو جس محبت اور بے قراری کے ساتھ پکارتے ہوئے فقیرانہ صدائیں کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کی حکایت کر سکے۔

مفسل انیم آمدہ در کونے تو شیئا للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفرین بر سمت بر بازوئے تو

آہ اگر حج کی عرض و غایت سے آگاہی ہو جائے، خلوص قلب اور سنت کے مطابق یہ فرض ادا ہو جائے تو غیر ممکن ہے کہ زندگی میں انقلاب نہ آئے اور اللہ پاک کے ساتھ ایسا تعلق قائم نہ ہو جائے جس پر تمام نعمتیں قربان کی جاسکتی ہیں عشق کی دولت اصل دولت ہے۔ اس پر کسی نے خوب کہا ہے۔

ز سوز عشق بہتر در جہاں چلیت

کہ بے او گل نہ خندید ابرنگریت

اس میں شک نہیں کہ نماز روزہ بھی عبادت ہیں، ان کی ادائیگی کی صحت بھی تعلق باللہ پر موقوف ہے

اور ضروری ہے کہ اللہ کی عظمت کا تصور دل و دماغ پر حاوی ہو اور خشیتِ الہی سے بیکسیر تسلیم و رضا دکھائی دیتے ہوں، لیکن حج ایک ایسا عمل ہے جس سے دل کی کیفیات میں انقلاب رونما ہوتا ہے سفر کی مشکلات سے حلم، عفو، ایثار اور تواضع وغیرہ اخلاق کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ احساسات کی دنیا بدل جاتی ہے۔ وجدان میں اللہ پاک کے مشاہدہ کرنے کا شوق اٹھکیا لینے لگتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، جسم کانپنے لگتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمام حوارج دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر صرف اسی کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور آپ کو ترسے ڈھلی ہوئی زبان مسنون ذکر کے کلمات سوز و گداز کی کیفیت میں بار بار دہراتی ہے اور غلافِ کعبہ کو محبت بھرے انداز سے تھامتے ہوئے جب ماضی کی غلطیوں، گناہوں، لغزشوں کی معافی کی درخواست بارگاہِ ربِّ ذوالجلال میں پیش ہوتی ہے، تو نہ صرف یہ کہ انہیں نامہ اعمال سے حذف کر دیا جاتا ہے، بلکہ ان کی جگہ نیکیاں ثبت کر دی جاتی ہیں اور فضا ذکر و اذکار کے کلمات سے معطر اور معبر ہو جاتی ہے، بلکہ اس کی عطر بیزیوں اور عطر بیزیوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ مسرت و شادمانی سے جھومنے لگتا ہے اور اللہ پاک کی عظمت، رفعت اور قدوسیت کے کلمات کی صدائے بازگشت سے آسمان دنیا میں ایک تہلکہ بپا ہو جاتا ہے اور وہاں ان کی محبوبیت و مقبولیت کی منادی کرائی جاتی ہے آہ! کس قدر سعادت مند ہیں وہ لوگ جنہیں یہ مشردہ جانفزا مل گیا اور ان کی زندگی کے خطوط بدل گئے اور وہ رحمتِ ایزدی کے مستحق قرار دیئے گئے اور حور و جنات کی خوشخبر لوگوں سے ان کی تمام کلفتیں کا فور ہو گئیں، لیکن۔

جز محبت ہرچہ بردم سود در محشر نداشت
دین و دانش عرصہ کرم کس بپہیزے برداشت

حج کی صحت

اخلاص ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں، ریاکاری کا شائبہ تک بھی نہ ہو اور حج کے افعال سنت صحیحہ کے مطابق ادا کئے جائیں۔ اسی نقطہ نظر کی بنا پر علامہ محمد ناصر الدین کی کتاب (حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے تاکہ اس قدر ظہیر رقم صرف کر کے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانے کے بعد بھی اگر حج صحیح نہ ہو، تو اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہو گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح حج کیا، وہاں کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو گا جو مدتوں ذہن میں موجود ہیں اور اہم معلومات حاصل ہوں گی۔

علامہ محمد ناصر الدین البانی

علامہ محمد ناصر الدین البانی کی علمی شخصیت اب برصغیر میں بھی متعارف ہے۔ غیر معمولی حافظہ کے مالک ہیں۔ مخطوطوں کے ساتھ انہیں گہرا لگاؤ ہے۔ ان کی دو کتابیں (تذہیر الساجد کا اردو ترجمہ) قبروں پر سجدیں اور اسلام، صلوة التراويح کا اردو ترجمہ نماز تراویح، زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ اب ان کی تیسری کتاب کا ترجمہ قارئین کے سامنے ہے۔ ترجمہ کے حسن و قبح کا فیصلہ تو قارئین ہی کر سکیں گے؛ تاہم میں نے ان کی کتاب کو پہلے از خود سمجھنے کی کوشش کی۔ تقریباً تین بار مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ کتاب کا ترجمہ کیا جائے، اس لئے کہ اس موضوع پر دوسری کتابوں سے اس کا اسلوب عمدہ تھا اور ہمیشہ بہانہ اور معلومات کے ساتھ ساتھ حج اور مدینہ منورہ کی بدعات کا ذکر بالذرائع اور پھر عزیز مولوی عبدالغفور ناظم آبادی کا بھی اصرار تھا کہ عوام کی افادیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ کیا جائے؛ چنانچہ ترجمہ شروع کر دیا گیا اور اب کتاب

کتابت، طباعت وغیرہ کے مراحل طے کر کے آپ کے سامنے ہے۔ ہم آپ سے بجا طور پر متوقع ہیں کہ اس کا مطالعہ فرمائیں اور حج کے صحیح طریقہ سے لوگوں کو روشناس کرائیں تاکہ حج صحیح ادا ہو سکے اور بدعات کے ارتکاب سے کہیں حج کے ثواب سے محروم ہونا نہ پڑے۔

شکریہ

یہ اللہ پاک کا فضل و کرم ہے کہ بالکل بے سروسامانی کی حالت میں نشر و اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ جب میں اپنی علمی اور مالی حیثیت پر غور کرتا ہوں، تو جہاں علمی ادبی لحاظ سے مجھ میں خامیاں ہیں، وہاں عمل کے میدان میں تو رحمتِ خداوندی پر ہی بھروسہ رکھتے ہوئے ہوں اور اس کام کے لئے مالی حیثیت میرے نزدیک کچھ زیادہ کامیابی کا سبب نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ اگر مقصد کے ساتھ دالہا نہ لگاؤ ہے تو اللہ پاک کی طرف سے کون نہ کون ذریعہ پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ بس توکل شرط ہے ومن یتوکل علی اللہ فہو حسیبہ۔

آخر میں میں ان احباب، رفقاء کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ، کتابت، طباعت کے سلسلہ میں میرے ساتھ تعاون کیا، اللہ پاک ہم سب کا حامی و ناصر ہو، وفقنی اللہ وایاکم لسا یحب دیرضیٰ۔

محمد صادق خلیل

مدیر ضیاء السنۃ

ادارۃ الترجمہ والتالیف

رحمت آباد۔ فیصل آباد

۳ رمضان المبارک ۱۴۹۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ان الحمد لله، محمدًا، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من
شور و انفسا، وسيات اعمالنا، من يهدنا الله فلا مضل له و
من يضلنا فلا هادي له و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك
له و اشهد ان محمدًا عبده و رسوله .

اما بعد : حج نبوی کا دوسرا ایڈیشن آپ کے سامنے ہے جب پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا
اور اکثر اسلامی ممالک کی جانب سے کتاب کے بھیجنے کے سلسلے آرڈر موصول ہونے لگے تو میں نے
ظہر ثانی اور کچھ مفید معلومات کے اضافہ کے ساتھ حج نبوی کے دوسرے ایڈیشن کا اہتمام کیا
اور خصوصیت کے ساتھ بعض جدید کتابوں (جو پہلی بار منظر عام
پہلوہ گر ہوئیں یا نایاب تھیں) سے قیمتی معلومات اخذ کر کے ناظرین کے افادہ کے لئے درج
دیئے ہیں ۔

لے موارد النظم ان الی زوائد ابن حبان المنقحی، لابن الجارود، طبقات ابن سعد
بعض المخطوطات ۔

دوسرا ایڈیشن

نئے ایڈیشن میں جہاں نادر معلومات پر مشتمل

تعلیقات موجود ہیں وہاں کتاب کے آخر میں بصورت ذیل ان تمام بدعات کا ذکر کر دیا گیا ہے جن کا گھر سے روانہ ہونے سے لیکر واپسی تک حجاج مرتکب ہوتے ہیں نیز مسجد نبویؐ، بیت المقدس کی زیارت کے سلسلہ میں جو بدعات دیکھنے میں آرہی ہیں ان کا قلع قمع کرنا ضروری سمجھا ہے۔ جب کہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو حج کا سفر اختیار کرنے وقت حج کے ساتھ مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ کے سفر کو لازم گمانتے ہیں۔ اگرچہ مسجد نبویؐ کیلئے مطلقاً حج کی قید لگانے کے بغیر سفر کرنا درست ہے جیسا کہ حج کے ساتھ حج سے پہلے یا حج کے بعد بھی اس کی مشروعیت ثابت ہے۔

بیت اللہ کا حج کرنے والوں کی خدمت میں چند مخلصانہ نصائح پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں بہت ممکن ہے کہ اللہ پاک انہیں ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے نامہ اعمال میں خیر ثواب رقم فرمائے اس لئے کہ اللہ پاک کے اذن سے میں نے ان کو نیکی کا راہ دکھایا ہے اللہ علیٰ مایشاء قدير وبالاجابة جدير۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ پند و مواعظ کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن مجھے صرف ان احکامات سے آگاہ کرنا ہے جن سے اکثر حجاج ناواقف ہیں یا جن کو وہ کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہیں۔

اسیال اللہ تعالیٰ ان یعلّمنا ما ینفعا ویوفقنا للعمل بہ فانہ خیر مسؤل۔

چند نصائح

اولاً اکثریت ایسے حجاج کی ہے جو احرام باندھتے وقت قطعاً احساس نہیں کرتے کہ جب وہ اتنی بڑی عبادت کی ادائیگی کا اہتمام کر رہے ہیں تو انہیں خصوصاً اس دوران محرمات سے دور رہنا چاہیے اگرچہ تمام مسلمانوں کے لئے عموماً محرمات سے دور رہنا بھی ضروری ہے۔

بزرگام طور پر دیکھا گیا ہے کہ حج کی سعادت سے بہکنار ہونے کے بعد ان کی زندگی میں کچھ انقلاب رونما نہیں ہوتا اس صورت حال کے پیش نظر یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کا حج کامل نہیں ناقص ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کا حج عند اللہ قبول نہیں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں پس جو شخص حج، عمرہ کا احرام باندھے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدور بھر فسق و فجور معاصی اور محرمات کے قریب نہ جائے

ارشاد خداوندی ہے :

حج کے مہینے (معیین ہیں جو) معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برکام کرے نہ کسی سے عکرے۔

الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہم الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع عن ذنوبه كيوم ولدته امه۔
(اخرجه الشيخان)

جس نے حج کیا اس نے نہ توجماع کیا اور نہ فسق و فجور کے قریب گیا جب واپس آیا تو اس کے گناہ ختم ہو گئے جیسے جس دن کہ اس کو اس کی ماں نے تولد کیا۔

(مسلم ترمذی، بخاری، تہذیب)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول

حالت احرام میں مخطورات میں سے اگر کوئی چیز حج کو فاسد بناتی ہے تو وہ مجامعت ہے۔ اسی لئے اللہ پاک نے اس کو دیگر مخطورات سے الگ ذکر کیا، کیابہ حقیقت نہیں کہ اگر محرم انسان خوش بو لگا لیتا ہے یا لباس پہن لیتا ہے تو اگرچہ کسی مشہور امام کے نزدیک اس کا حج ٹوٹا نہیں ہوتا لیکن وہ گناہگار ضرور ہوتا ہے۔ مال حافظ ابن حزم اس بات کے قائل ہیں کہ ہر قسم کی مصیبت کے ارتکاب سے حج فاسد ہو جاتا ہے

حافظ ابن حزم کا قول

جو شخص احرام باندھنے کے وقت سے لے کر طواف افاضہ اور رمی جمار تک کے درمیان جس قسم کی نافرمانی کا بھی ارتکاب کرے جبکہ اس کے حافظہ سے حج کا تصور محو نہیں ہوا تو اس کا حج فاسد منظور ہوگا تفصیل (المحلی) (۱۸۶/۷) پر دیکھیں، نہایت اہم بحث ہے۔ معلوم ہوا کہ بحالت احرام جب کسی نافرمانی کا صدر محرم سے ہوتا ہے تو یا تو بقول ابن حزم اس کا حج فاسد ہو جاتا ہے یا وہ گناہگار ہو جاتا ہے اور اس کا یہ گناہ

غیر محرم کے گناہ سے شدید ہوتا ہے اور خطر ہے کہ کہیں اس گناہ کی پاداش میں وہ جب واپس گھر جائے تو اپنے گناہوں سے (بحکم مشہور حدیث) اس طرح پاک صاف نہ ہو جس طرح کہ اس دن گناہوں سے پاک تھا۔ جب وہ ماں کے بطن سے باہر آیا تھا اور صحیح حج کے نتیجے میں محرمی کا مطلب واضح ہے۔ کہ وہ حج کی ادائیگی میں خسارے میں رہا یعنی اللہ کی مغفرت سے محروم رہا واللہ المستعان اس وضاحت کے بعد میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض ان نافرمانیوں سے خبردار کروں جن میں اکثر لوگ مبتلا ہیں اور حج کا احرام باندھنے وقت قطعاً خیال نہیں رکھتے کہ دورانِ احرام ان سے کنارہ کشی ضروری ہے۔ عدم علم کا سبب جہالت، غلبہ غفلت اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید ہے۔

پہلی نافرمانی (اللہ کے ساتھ شرک کرنا) بہت بڑی بیماری جس

میں عام طور پر مسلمان گرفتار ہیں وہ ان کا شرک کی حقیقت سے ناواقف ہونا ہے۔ یاد رکھیں شرک تمام کبائر سے بڑا گناہ ہے۔ اور اس سے اعمال ضائع ہوتے ہیں۔ (ارشادِ خداوندی ہے) لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ بالفرض اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔ ہمارا چشم دید واقعہ ہے کہ اکثر حجاج بیت اللہ اور مسجد نبویؐ میں بھی شرک سے باز نہیں آتے، اللہ پاک سے مانگتے اور فریلو رسی کرنے کی بجائے وہ انبیاءِ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صالحین کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں ان کے ناموں کے ساتھ قسمیں اٹھاتے

ہیں۔ اور اللہ کے عملادہ ان کو پکارتے ہیں (حالانکہ ارشاد خداوندی ہے)

والذین تدعون من دونہ
ما یملکون من قطعید۔
محمد (۶۵)

تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔

ان تدعوہم لایسموا دعاءکم و
لو سمعوا ما استجابوا لکم
ویوم القیمة یکفرون بشرکم
ولا ینبئک مثل خبیرو۔
فاطرد (۱۴)۔

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ
سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات
کو قبول نہ کر سکیں اور قیامت کے روز تمہارے
شرک سے انکار کر دیں گے۔ اور (خدا سے) باخبر
کی طرح تم کو کوئی خبر نہ دے گا۔

اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ موجود ہیں جس شخص کا دل ہدایت
کی روشنی سے متور ہونے کا آرزو مند ہے اس کے لئے بس اتنی وضاحت ہی کفایت
کرتی ہے۔ مقصود علمی بحث کرنا نہیں ہے صرف وعظ و تذکرہ ہی مقصود ہے،
کائنات کوئی مجھے بتائے کہ یہ لوگ جب بیت اللہ کے حج کے لئے جاتے ہیں
تو کس طرح اس ہتھم کے شرک پر اصرار کر رہے ہیں۔ اور بظاہر نام تبدیل کر کے
اس کو وسیلہ شفاعت اور واسطہ کہتے ہیں۔ کیا یہ وسائل اور وسائل
وہی نہیں جنہیں مشرک لوگ اختیار کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ شریک بنا کر
غیر اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے تھے۔ (ارشاد خداوندی ہے)

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء
ما لعبدہم الا لیقربونا

اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست
بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو

الی اللہ ذلحیٰ - اس لئے پوچھنے میں کہ وہ تم کو خدا کا مقرب بنا دیں -
(الزمر ۳)

پس خیر خواہی کے جذبہ کے پیش نظر حج کرنے والوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ حج کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے خالص تہجد کی معرفت حاصل کریں اور مشرک کے راستوں کی بھی پہچان رکھیں اس کیلئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے۔ پس جو شخص ان دونوں کے ساتھ تمسک اختیار کرتا ہے وہ نجات پا جائے گا۔ اور جو شخص ان سے اعراض کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ واللہ المستعان

دوسری نافرمانی (دارِ طہی مندوانا)

موجودہ دور میں دارِ طہی مندوانے

کی عادت مسلمانوں میں عام رواج پذیر ہے۔ اس لئے کہ اکثر اسلامی ممالک کفار کے زیرِ انتداب ہیں اگرچہ مسلمانوں کو اس سے شدت کے ساتھ روکا گیا ہے، لیکن کفار کی تقلید کرتے ہوئے مسلمان اس نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے۔

(خالقوا المشرکین، اخصوا الشوارب)
واوفوا للعہی، رواہ الشیخان، و
فی حدیث اخر (وخالقوا اهل
مشرکین کی مخالفت کرو مویچھوں کو
بھڑ سے کاٹ دو اور داعیوں کو بھڑاؤ
در بخاری، مسلم)

الکتاب (دوسری حدیث میں ہے اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

یاد رکھو دارِ حھی مندوانے والا لسانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

صریح حکم کی مخالفت کر رہا ہے، پھر کفار کے ساتھ مشابہت بھی ہے۔ اور شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق میں تبدیلی کا ارتکاب کیا جا رہا ہے، اللہ پاک نے اس کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ولا امرنہم خلیعین اور البتہ میں ان کو مشورہ دوں گا تو وہ

خلق اللہ۔ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کریں گے۔

نیز س میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور جو مرد عورتوں کی ساتھ مشابہت کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملعون قرار دیا ہے

صاحف کے لئے ہماری کتاب "آداب الزفاف فی السنۃ المطہرہ" (ص ۱۲۶ - ۱۳۱) کا مطالعہ فرمائیں۔

آہ کس قدر افسوسناک و طیرہ ہے کہ اکثر حجاج احرام کے سبب

بھیان بڑھالینے میں اور جب حلال ہونے میں تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ سر

منڈا کر حلال ہوتے لیکن اس کی بجائے دارِ حھیان منڈا دینے میں جس لانگہ

میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دارِ حھیوں کے بڑھانے کا حکم دیا تھا

ف۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔

تفسیری نافرمانی۔ (مردوں کا سونے کی انگوٹھی پہننا)

ہمارا مشاہدہ ہے کہ اکثر حجاج سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں۔ ان میں کچھ

لوگ تو ایسے ہیں جو اس کو حرام ہی نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ جب دلائل کی روشنی میں انہیں اس کی حرمت سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً اتار دیتے ہیں (حدیث ملاحظہ فرمائیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے
نہی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن خاتم الذهب
کی انگوٹھی (پہننے) سے منع فرمایا ہے۔
متفق علیہ۔
(بخاری مسلم)

نیز آپ نے فرمایا
لا یعد احدکم الی حجرۃ
یہ کیا ہے؟ کہ تم میں کچھ لوگ آگ کے شعلے کو
من نار فیجعلہا فی یدہ۔ رواہ مسلم۔
اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں (مسلم)
اور کچھ لوگ سونے کی پہننے کی حرمت کو تو جانتے ہیں لیکن خواہش نفس
کے غلام بنے ہوئے ہیں یہ لوگ ایسے ہیں جن پر سہارا شانہ از مہنیں ہوتا۔
اللہ پاک انہیں ہدایت فرمائے۔

اور کچھ لوگ حرمت کو جانتے کے باوجود عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں
کہ یہ تو منگنی کی انگوٹھی ہے اور اس کی علامت ہے ان کا یہ عذر لنگ بدتر
از گناہ ہے۔ درحقیقت یہ لوگ دو نافرمانیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں (اولاً)
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں (ثانیاً) کفار
کے ساتھ مشابہت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ اس دور سے پہلے دور تک
منگنی کی انگوٹھی پہننے کا طریق مسلمانوں میں مروج نہیں تھا جیسا یوں میں اس
رسم کا وجود ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں یہ رسم جیسا یوں کی طرف

سے آئی تھی۔ میں نے اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ کتاب "آداب الزفاف" (ص ۱۳۱-۱۳۸) پر ذکر کیا ہے۔ میں نے جمہور کے مسلک کے خلاف سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت نہ صرف مردوں کے لئے کی ہے بلکہ عورتوں کے لئے بھی اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ص ۱۳۹-۱۶۸ کا مطالعہ کریں بہت اہم بحث ہے۔

(ثابیناً) جو شخص فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے تیار ہو کر رہا ہے اس کیلئے ہمارا خیر خواہانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں حج کے مناسک کی تعلیم حاصل کرے یقیناً جب وہ کتاب و سنت سے فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں حج ادا کرے گا تو اس کا حج عند اللہ مقبول ہوگا وگرنہ کتاب و سنت سے اعراض میں اسے ائمہ کے اختلاف میں کوئی واضح صورت میسر نہیں آسکے گی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دیگر عبادات میں اختلاف کی طرح حج کے مسئلہ میں بھی شدید اختلاف نے تین مسلک پیدا کر دیئے ہیں، کچھ لوگ تمتع کرنے کو افضل اور بعض قرآن کو جب کہ بعض وہ لوگ بھی ہیں جو افراد کو افضل کہتے ہیں۔

صحیح موقف
ہم اس اختلاف میں امام اہل السنۃ احمد بن حنبل کے موقف کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہ افضل تمتع ہے بلکہ بعض ائمہ تو تمتع کو واجب قرار دینے ہیں۔ جب قربانی ساتھ نہ ہو چنانچہ حافظ ابن حزم، حافظ ابن القیم رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے اور صحابہ کرام میں سے عبداللہ بن عباس اور بعض دوسرے صحابہ اس کے قائل تھے

تفصیل کے لئے (المحلی) اور (زاد المرعاد) وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا حج کیا مختصراً بیان

کرنے کا خیال ہے جو لوگ حق کے متلاشی ہیں اور کسی مذہب کی تقلید پر جامد نہیں اخلاص کے ساتھ صداقت کے پیروکار ہیں انہیں یقیناً فائدہ ہوگا۔

انشاء اللہ -

اس میں شک نہیں کہ شروع میں آپ نے صحابہ کرام کو اختیار دیا کہ وہ کوئی سا حج کر لیں چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق بعض نے حج افراد کیا بعض تارن بعض متمتع تھے چنانچہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں:

خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم	خروجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال من اراد منكم ان يهل بعج فليهل ومن اراد ان يهل بعمره فليهل	فرمایا جو شخص تم سے حج اور عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے وہ اس کا احرام باندھے اور جو صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھنا چاہے اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے (مسلم ۲)

www.KitaboSunnat.com

مسند احمد کی روایت (۶/۲۴۵) میں مرقوم ہے کہ آپ نے ذی الحلیفہ میں درخت کے پاس ان کو اختیار دیا۔ لیکن کیا یہ اختیار باقی رہا؟ اس کا جواب نفی میں ہے، اس لئے کہ آپ نے اختیار کو ختم کرتے ہوئے حج متمتع کی طرف

انہیں راغب کیا اور فرمایا کہ تمنع افضل ہے اگرچہ تمنع کو ان کیلئے فرض قرار نہیں دیا۔ حقیقت بین لگا ہیں اس نتیجہ پر پہنچتی ہیں کہ مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں مختلف مناسبتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ حکم فرماتے رہے چنانچہ جب آپ تنعم کے قریب (جو کہ مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے) سرف مقام پر پہنچے تو حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس قربانی نہیں ہے اور وہ عمرہ کی نیت کرنا چاہتا ہے تو اس کو اجازت ہے۔ لیکن جس کے پاس قربانی ہے وہ حلال نہیں ہو سکتا اور نہ صرف عمرے کی نیت کر سکتا ہے (بخاری - مسلم)

اور جب آپ (ذی طوی) مقام پر پہنچے جو مکہ کے قریب ہے۔ وہاں رات بسر کی صبح کی نماز ادا فرمائی اور لوگوں سے کہا جو شخص صرف عمرہ کی نیت کرنا چاہتا ہے اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے (بخاری، مسلم عن ابن عباس)

اور جب آپ مکہ مکرمہ میں وارد ہوئے تو آپ نے اور آپ کے صحابہ نے جن کے پاس قربانیاں تھیں انہوں نے طواف قدم کیا تو نہ صرف یہ کہ آپ نے عمرہ کرنے کو افضل قرار دیا بلکہ آپ نے ان لوگوں کیلئے واجب قرار دیا کہ وہ عمرہ کریں جن کے پاس قربانیاں نہ تھیں اور حج کے احرام کو فسخ کر دیں۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حج کے ارادہ سے گھر سے نکلیں جب ہم مکہ مکرمہ پہنچیں تو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس قربانی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق جن لوگوں کے پاس قربانیاں نہیں تھیں وہ تو حلال ہو گئے اور آپ کی بیویوں کے ساتھ بھی قربانیاں نہ تھیں لہذا وہ بھی حلال ہو گئیں (الحديث)

(بخاری - مسلم)

آپ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا ان پر یہ بات گراں گزری اور عرض کیا کہ عمرہ کے بعد ہمارا حلال ہونا کیسا ہے، آپ نے فرمایا تم مکمل طور پر حلال ہو (بخاری مسلم) احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حج کے فسخ کرنے اور عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا اور اس لئے ان کو اس نئے حکم کی تعمیل پر آمادہ کیا کہ دور جاہلیت سے ہی وہ اس نظریہ کے حامل تھے (جیسا کہ صحیحین میں ہے) کہ انکے حج کے جہنوں میں عمرہ کرنا ناجائز تھا۔ اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً جاہلیت کے اس نظریہ کو کالعدم فرما دیا تھا جبکہ آپ نے تین سالوں میں تین عمرے ذی الفعدہ میں ادا فرمائے لیکن چونکہ نئے حکم کو اذہان جلدی قبول نہیں کرتے اس لئے اولاً آپ نے اختیار دیا تا کہ ان کے ذہن تنگی محسوس نہ کریں پھر بچتگی کے ساتھ حکم دیا کہ حج فسخ کریں اور عمرہ کا احرام باندھیں چند وجوہ کے پیش نظر ہم آپ کے حکم کو وجوب کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

(وجہ اول) اصول یہ ہے کہ اگر کوئی صارفہ قرنیہ موجود نہیں ہے تو امر وجوب کیلئے ہونا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں کوئی صارفہ قرنیہ نہیں ہے بلکہ دوسری وجہ میں (جس کا ذکر آگے آ رہا ہے) وجوب کا قرنیہ موجود ہے۔

(وجہ ثانی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو حج کے فسخ کرنے اور عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے اس حکم کو عظیم گروانا اگر آپ کا حکم وجوب کیلئے نہ ہوتا تو وہ کبھی اس پر عمل کرنے کی دشواری محسوس نہ کرتے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس سے پہلے انہیں تین بار اس کا اختیار دیا

لیکن اسوقت انہوں نے دشواری کا احساس تک نہ کیا معلوم ہوا کہ وہ امرِ واجب کے لئے نہ تھا بلکہ تجسیری تھا اور یہ امرِ واجب کے لئے تھا

(وجہ ثالث) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کی حالت میں میرے پاس آئے میں نے فوراً عرض کیا جس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اللہ پاک اس کو جہنم میں داخل کرے، آپ نے فرمایا عائشہ! مجھے معلوم نہیں کہ میں نے لوگوں کو ایک حکم دیا، انہوں نے اس میں تردد اختیار کیا، عائشہ! اگر مجھے وہ بات پہلے معلوم ہو جاتی تو بعد میں معلوم ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا یہاں آ کر خسرید لینا، قربانی نہ ہونے کی صورت میں دیگر لوگوں کی طرح میں بھی حلال ہو جاتا۔ مسلم بیہقی، احمد (۱۷۵/۶) پس آپ کی ناراضگی پتہ دے رہی ہے کہ آپ کا حکم وجوب کیلئے تھا۔ لیکن یہ سمجھنا کہ صحابہ کرام نے آپ کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا تھا غلط ہے، البتہ وہ مسترد ضرور تھے۔ اس لئے آپ ناراض ہوئے تاکہ وہ تردد ختم کر کے حلال ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق جن لوگوں کے پاس قربانی نہ تھی وہ سب حلال ہو گئے تھے۔

وجہ رابع جب آپ نے حج کے احرام کو نسخ کرنے اور عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے استفسار کیا؟ کیا حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کا جو از صرف اسی سال کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے۔ آپ نے دونوں ماحققوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے اشارہ کیا کہ قیامت تک عمرہ، حج اکٹھا کیا جا سکتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عمرہ، حج میں اشتراک ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ عمرہ حج کا ایسا جز ہو گیا جو اس سے منفک نہیں
 اور پھر صحابہ کرام کے ساتھ اس حکم کی تخصیص کا کچھ معنی نہیں
 ہے، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

(وجہ خامس)

اگر امر و جواب کے لئے نہ ہوتا تو بعض صحابہ
 کا اس پر عمل پیرا ہونا کافی تھا لیکن ہم دیکھتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حکم دینے کو کافی نہیں سمجھتے، کبھی اپنی
 بیٹی کو حج کے فسخ کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور کبھی خصوصیت کے ساتھ اپنی
 بیویوں کو حکم دے رہے ہیں جیسا کہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی بیویوں کو حلال ہونے
 کا حکم دیا۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں حلال نہیں
 ہوتے، آپ نے فرمایا میں نے سر پہ گوند لگا رکھی ہے اور قربانی میرے ساتھ
 ہے اس لئے میں حلال نہیں ہو سکتا۔ اور جب حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ یمن
 سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا
 آپ نے سوال کیا؟ تیرا احرام کیسا ہے اس نے جواب دیا میں نے آپ کے احرام
 کی مانند احرام باندھا تھا، آپ نے دریافت کیا؟ کوئی قربانی بھی ساتھ ہے
 کہنے لگا نہیں، فرمایا بیت اللہ کا طواف اور صفائے روہ کے درمیان سعی
 کرنے کے بعد حلال ہو جاؤ (المحدث)

کیا اس قدر سخت انداز (کہ حج فسخ کرنا ہوگا) بھی وجوب پر دلالت
 نہیں کرتا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اتنی سختی کے ساتھ آپ نہ بھی فرماتے پھر

بھی وجوب کے سوا کوئی صورت نہ تھی لہٰذا ان ردش دلائل کی موجودگی میں حج کے فسخ کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے، مخالفین بھی اس کے تسلیم سے انکار نہیں کر سکتے البتہ بعض نے جواب دیتے ہوئے اس کو صحابہ کرام کی خصوصیت قرار دیا ہے لیکن بلا دلیل خصوصیت قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اور بعض نے اس کو منسوخ کہا لیکن ان کے پاس کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو قابل ذکر ہو گویا کہ حج فسخ کرنے کی صورت میں آپ نے تمتع کا حکم دیا۔ اگرچہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن زبیر نے تمتع سے منع فرمایا جیسا کہ صحیحین میں ہے، اس کے متعدد جواب ہیں۔

پہلا جواب

جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہوئے تمتع سے روکتے ہیں وہ اس کے جواز کے قائل ہیں پس جو ان کی طرف سے جواب ہو گا وہی ہماری طرف سے بھی ہو گا۔

دوسرا جواب

تمتع سے منع کرنے کو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے تسلیم نہیں کیا چنانچہ حضرت علی، عمران بن حصین، ابن عباس وغیرہ اسی نظریہ کے حامل ہیں۔

تیسرا جواب

تمتع سے روکنا جب کتاب اللہ کے خلاف ہے تو سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضد و خلاف ہو گا۔ ارشاد خداوندی ہے
فمن تمتع بالعمرة الى الحج
پس جس شخص نے حج کے ساتھ عمرہ کا

فما استيسر من الهدى له
فأدبه أظهايا نواس کے لئے جو قربانی
آسان ہو۔

اسی ہی بات کی طرف حضرت عمران بن حصین اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم نے تمنع کیا، قرآن پاک میں کوئی ایسی
آیت نازل نہیں ہوئی جس میں منع کیا گیا ہو بلکہ قرآن پاک میں تمنع کے جواز کی آیت
موجود ہے۔ پھر آپ نے ہمیں اسکا حکم بھی دیا اس کے بعد کوئی ایسی آیت
نازل نہیں ہوئی جس نے تمنع کی آیت کو منسوخ کیا ہو اور آپ نے بھی اس سے
منع نہ فرمایا، یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے، آپ کی وفات کے بعد جس کے
خیال میں جو آیا اس نے کیا۔ (مسلم)

حضرت عمر نے تمنع کے مشروع ہونے کو صراحت
سے بیان کیا ہے۔ الینذ انکا اس سے منع
کرنا تو وہ ان کی ذاتی رائے ہے، وہ خود اس

حضرت عمر نے تمنع
سے کیوں منع کیا

کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

حججہ یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تمنع کیا
ہے میں تو اس لئے اسکی مکروہیت کا قائل ہوں کہ لوگ پہلو کے گھنے لے

لہ البقرة (۱۹۶) لہ اراک پہلو کے درخت کو کہتے ہیں جس سے مسواک

بنائی جاتی ہے۔ بعض نے اس سے مراد وہ مقام لیا ہے جو عرفات میں ہے جیسا کہ مسلم
کے حاشیہ میں۔ بعض نے یہ معنی تخریر کیا ہے لیکن یہ معنی غلط ہے اس لئے کہ
حجاج عرفات کے میدان میں محرم ہوتے ہیں، عورتوں کے ساتھ وطنی کرنا ان کے
لئے جائز نہیں ہوتا۔

درختوں کی اوٹ میں چھپ کر بیویوں سے جماعت کریں گے
پھر جب حج کا احرام باندھیں گے تو (غسل کی وجہ سے) ان کے
سرور سے پانی کے قطرے بہ رہے ہونگے (مسلم، احمد)

غور و فکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس علت
کی بنا پر تمتع کی کراہت کے قائل ہیں بالکل اسی علت کی وجہ سے صحابہ کرام
نے آپ کے حکم کو تسلیم کرنے میں سرد جہری کا ثبوت پیش کیا اور حج کے فسخ
کرنے کے حکم پر فوراً ہبیک کہنے سے گریز کیا چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں -
جب ہم گھروں سے نکلے تھے تو اس وقت حج کی نیت سے نکلے تھے
ذی الحجہ کی پانچ تاریخ کو آپ نے حکم دیا کہ چونکہ عمرہ سے فراغت کے بعد تم حلال
ہو چکے ہو اس لئے عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے
متردوانہ لہجہ میں عرض کیا کہ ہمارے حلال ہونے کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم جب
حج کا احرام باندھ کر عرفات کی طرف جا رہے ہوں گے تو عورتوں کے ساتھ
جماعت کا زمانہ فریب ہونے کی وجہ سے ہمیں احساس دامنگیر ہوگا کہ ابھی تو
ہم عورتوں کے ساتھ اختلاط کئے ہوئے تھے اور منی بہا رہے تھے اور
ابھی ہم احرام باندھ کر عرفہ کی جانب بھی جا رہے ہیں یہ کچھ مناسب نہیں
ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:-

بخدا کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے
والا ہوں، اور تم سب سے زیادہ راست باز اور نیکو کار ہوں، لوگو! تم مجھے

جواب کیوں نہیں دیتے ہو پس تم کو وہی کام کرنا ہوگا جس کا میں مہتممیں حکم دے رہا ہوں۔ یاد رکھو۔ اگر میرے پاس بھی فتر بانی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔

معلوم ہوا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے صحابہ کرام کا یہ قول ہوتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جو کچھ جواباً فرمایا وہ بھی ان کے خیال میں ہوتا تو کبھی تمنع کی کراہت کا حکم نہ دیتے اور نہ ہی اس سے منع فرماتے۔

لیکن اس سے یہ بات بھی مترشح ہو رہی ہے کہ بعض دفعہ اگر کسی جلیل القدر صحابی کی نظروں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی طریقہ یا آپ کا کوئی قول مخفی رہ جائے تو ممکن ہے اور عدم علم کی صورت میں اجتہاد کرنا اور غلط اجتہاد کی صورت میں بھی ایک ثواب کا مستحق ہوگا کچھ گناہ محض ہوگا۔
والعصمۃ للہ وحده ثم رسولہ۔

www.KitaboSunnat.com

اعتراض

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ تمنع کے وجوب اور اس کے رد میں جو دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کے واضح ہونے میں کچھ شبہ نہیں، لیکن ایک اشکال ذہن میں خلیجان

ڈال رہا ہے۔ کہ کیا وجہ ہے؟ کہ تمام خلفاء راشدین حج افراد کرتے رہے انہوں نے تمتع نہ کیا۔

جواب ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ تمتع اس وقت واجب ہے جب کہ آپ کے ہمراہ قربانی نہیں ہے۔ لیکن جس شخص کے پاس قربانی ہو اس پر نہ صرف یہ کہ تمتع واجب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن افضل ہے یا وہ حج افراد کرے اور ممکن ہے کہ خلفاء راشدین نے اس لئے حج افراد کیا ہو کہ ان کے ساتھ قربانیاں ہوتی تھیں۔ اس حوضا جنت کی رہائشی میں اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے وہ عمرہ کا احرام باندھے اور اس کی بسیک پکارتے، صفا، مروہ کے درمیان سعی کر کے حجامت بنوائے اور حلال ہو جائے پھر ذی الحج کی آٹھویں تاریخ حج کا احرام باندھے لیکن جس شخص نے قرآن یا حج کا احرام باندھ رکھا ہے اس کیلئے فزوری ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا ہو ان کو نسخ کرے اور عمرہ کا احرام باندھے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

من يطع الرسول فقد اطاع الله - (النساء ۸۰) کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

پھر حج تمتع کرنے والے دس ذی الحجہ یا ایام تشریق میں قربانی ذبح کریں یہ بھی مناسک حج میں داخل ہے اور اس کو بطور شکر نعمت

کے ذبح کرنا ہے، کسی غلطی کا کفارہ نہیں ہے بلکہ ماعظ ابن القیم کے قول کے مطابق اس کی حیثیت بمنزلہ اس قربانی کے ہے جو گھروں میں دس ذی الحجہ کو عام طور پر ذبح کی جاتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دس ذی الحجہ کو قربانی کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔

متعدد طرق سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل
 ای الاعمال افضل؟ فقال العج
 والشیخ وصحیحہ ابن خزمیۃ والحاکم
 والذہبی وحسنہ الترمذی
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کیا
 عمل افضل ہے آپ نے فرمایا اونچی آواز سے بسبک
 کہنا اور خون بہانا یعنی قربانی ذبح کرنا اس کو
 ابن خزیمہ، حاکم، ذہبی نے صحیح کہا ہے بعد امام ترمذی نے حسن قرار
 دیا۔ اسی حدیث میں وارد ہے، کہ اپنی قربانی کا گوشت کھائے جیسا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قربانیوں سے گوشت پکوا کر کھایا چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔
 فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر۔ پس تم بھی ان سے کھاؤ اور
 تنگ دست فقیر کو بھی کھلاؤ۔ کیا وجہ ہے، کہ بعض لوگ خوب جانتے ہیں کہ حج تمتع کرنا
 حج افراد سے افضل ہے اس کے باوجود وہ حج افراد کرتے ہیں اور حج کے بعد تنعیم سے غم
 کا احرام باندھتے ہیں۔ بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کہنے سے
 ان پر قربانی کرنا ضروری نہیں ہوتی۔ اس سے بچنے کیلئے وہ لوگ ایسا

میں لیکن اس میں تشریح علیہ السلام کی صراحتہ مخالفت ہے اور شریعت میں حیلہ سازوں کی مذموم کوشش ہے۔ اللہ پاک نے حج سے پہلے عمرہ مندرجہ قرار دیا تھا اور حج تمتع کرنے والے پر قربانی ذبح کرنے کو واجب قرار دیا تھا لیکن یہ لوگ قربانی سے بچاؤ کی گنجائش نکالنے ہوئے اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ریپرٹرز کارڈوں کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ اس قسم کی حیلہ سازیاں اختیار کریں پھر ریپرٹرز ہیں کہ ان کا حج عند اللہ مقبول ہو گیا ہے اور ان کے گناہ دھل گئے ہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے :

انما یتقبل اللہ من المتّقین۔ لہ
سوائے اس کہ نہیں کہ اللہ پیغمبر کارڈوں سے قبول کرتا ہے۔

پس حج کی سعادت سے ہمکنار ہونے والوں کو ہم نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہیں، مناسک حج میں سنت نبویؐ کے اتباع کو لازم بنائیں، حیلہ سازی، بخیلی کے اوصاف رزیلہ سے اجتناب رکھیں۔

ثالثاً! حجاج کے لئے مسنون ہے کہ عرفہ کی رات منیٰ میں اوردس ذالحجہ کی رات مزدلفہ میں گزاریں۔ مزدلفہ میں صبح تک رہنا اہل علم کے راجح قول کے مطابق مناسک حج کا رکن ہے۔ مطوفین کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اس کو ترک نہ کیا جائے انکا مقصد تو صرف دولت حاصل کرنا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ اجرت حاصل کرنا ہے، خواہ کسی کا حج ہو یا نہ ہو، سنت کے مطابق مناسک حج ادا ہوں یا نہ ہوں۔

رابعاً: حجاج کو چاہیے کہ وہ جہاں عام مساجد میں نمازیوں کے آگے سے گزرنے کو گناہ سمجھتے ہیں وہاں مسجد الحرام میں بھی اس کو گناہ سمجھیں اور اس سے پرہیز کریں۔ ارشاد نبوی ہے:

لو يعلم الماربین یدعی المصلیٰ ما ذاعلیہ لکان ان یقف اربعین خیراً لہ من ان یمر بین ید یہ قال السراوی لا ادری قال اربعین یوما وشہرا وسنتہ۔ رواہ الشیخان فی صحیحہما۔

اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے انسان کو معلوم ہو جائے کہ وہ کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس کھڑا ہونے کو آگے سے گزرنے پر ترجیح دے اور بہتر سمجھے راوی نے بیان کیا مجھے معلوم نہیں چالیس دن، یا چالیس ماہ یا چالیس سال کیا کہا؟ (بخاری، مسلم)

اسی طرح بلا سترہ بھی نماز پڑھنا جائز نہیں، نماز ادا کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ نماز ادا کرنے سے پہلے اپنے آگے سترہ رکھے جو گزرنے والوں سے تحفظ عطا کریگا اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرا چاہے تو نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو منع کرے، چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث

اذا وضع احدکم بین یدہ مثل موحرة الرحل فیصل ولا یبالی من مر من وراءک۔

جب کوئی شخص ادائیگی نماز کے وقت اپنے آگے پالان کی پھلی لکڑی کے برابر رکھ لیتا ہے تو پھر کچھ خطرہ نہیں جو بھی اس کے پیچھے سے گزرا جائے۔

دوسری حدیث

اذا صلى احدكم الى شيئ
يستره من الناس فاراد احد
ان يجتاز بين يديه فليدفع
في نحره وليدفع ما استطاع
فان ابى فليقاتله فانما هو شيطان

تیسری حدیث

قال يحيى بن ابن كشير راي
النس بن مالك دخل المسجد
الحرام فرکز شيئا وهيا شيئا
ليصلي اليه رواه ابن سعد
لبسند صحيح (۱۸/۲)

جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو سترہ
بنا کر نماز پڑھے اور کوئی شخص اگے
سے گزرنا چاہے تو اس کو سینہ زداری سے
رکے، اگر وہ نہ رکے تو اس سے برہنہ پیکار
ہو جائے، اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت
النس بن مالک کو دیکھا کہ وہ مسجد میں داخل
ہوئے اور کسی چیز کو گاڑیا رکھ کر نماز ادا
کی (ابن سن نے صحیح سند کے ساتھ بیان
کیا۔

صالح بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن عمر کو کعبہ میں نماز
پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے آگے سے کسی

عن صالح بن کیسان قال
رأيت ابن عمر يصلي في الكعبة
ولا يدع احدا يمر بين يديه

سے دونوں حدیثیں مؤلف کی کتاب صفة الصلوة طبع ثالث

کے صفحہ ۵۱، ۵۳ پر ہیں۔

رواہ ابو ذرعتہ الرازی (فی تاریخ دمشق) (۱/۹۱) و کذا ابن عساکر (فی تاریخ دمشق) (۲/۱۰۶/۸) بسند صحیح - میں ذکر کیا ہے۔

پہلی حدیث میں سترہ پکڑنے کے جوہ پر زور دیا گیا ہے۔ اور سترہ کے پچھلے سے جو شخص گزرے اس سے نماز میں کچھ نقص نہیں آسکتا۔ دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ بعد نماز کے آگے سے گزرنا حرام ہے اور گزرنے والا شیطان ہے، اس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔ جبکہ سترہ کی صورت میں نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزر رہا ہے۔

اس لئے جو شخص حج کے لئے جاتا ہے اور مسجد حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرتا رہا اس کے حج کی قبولیت یا عدم قبولیت کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ جبکہ وہ اس فعل کی وجہ سے شیطان کے لقب کے ساتھ ملقب ہو گیا۔ پہلی دونوں حدیثیں مطلق ہیں کسی مسجد یا کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں، پس عمومیت کے اطلاق سے مسجد حرام اور مسجد نبوی کو بالاولیٰ شامل ہیں۔ اس لئے کہ آپ نے یہ حکم مسجد نبوی میں دیا، اس لحاظ سے مسجد نبوی اصل ہے اور دوسری مسجد اس کے تابع ہیں دوسرے دو اثر تو نص صریح ہیں کہ مسجد حرام نہیں کے حکم میں داخل ہیں۔ پس اگر کرنے والوں اور معلمین کا ان دونوں مسجدوں کو نہی سے مستثنیٰ قرار دینا بے بنیاد ہے نہ سنت نبوی سے اس کا ثبوت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے الکا استئذان

زیر طاعت ہے۔

کرنا منقول ہے۔

البتہ ایک ضعیف حدیث مروی ہے جس میں خاص طور پر اگرچہ مسجد الحرام کو نبی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے لیکن دلالت واضح نہیں ہے (حج کی بدعات) کے ضمن میں اسکا ذکر کیا جائے گا۔

خاصاً: اہل علم کیلئے ضروری ہے کہ وہ مقدس مقامات میں حجاج کی راہ نمائی کا فرضیہ سرانجام دیں انہیں کتاب و سنت کے مطابق مناسک حج کی تعلیم دیں اور مسئلہ توجیہ کی تفصیلات سے آگاہ کریں جس کی اشاعت کے لئے تمام اینیبار علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا گیا اور کتابیما اتاری گئیں اس مسئلہ کی طفر خصوصیت کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت اس لئے بھی محسوس ہو رہی ہے کہ دیکھا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اہل علم سے زمرہ میں شمار کرنے والے بھی توجیہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور شرک و بدعت کے گڑھوں میں گرے ہوئے ہیں بلکہ مسلک کے اختلاف کے باوجود تمام اہل علم کا فرض ہے کہ وہ عوام الناس کو کتاب و سنت کی طرف دعوت دیں عقائد، احکام، معاملات، اخلاق، سیاسی اقتصادیات وغیرہ کے مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں حل کریں۔ اگر اسلام کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا تو اصلاح کا ہوتا ناممکن ہوگا۔ اور اسلام کی دعوت کو چھوڑ کر کس قدر خوبصورت آواز پر کیوں نہ لیک ہی جائے اس میں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ اسلامی دعوت کے طریق کار میں احسن طریق سے سمجھانا عین منشا خداوندی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے

ادع
الحی

اپنے رُب کے راہ کی طفرِ رحمت
اُدر اچھے انداز سے وعظ کرتے

ہوئے دعوتِ دیکھو اور احسن طریق
کے ساتھ مجاہد ہو

سبیل ربك بالحكمة والموعظة
المسنة وجادلهم بالتي هي احسن۔

پس جاہل لوگوں کے احمقانہ انداز سے متاثر ہو کر آپ ان کی طرح بننے پر تیار کریں۔

ارشادِ ربانی ہے

فلا تدفث

بہودہ، فسق اور جھگرے کی باتوں
سے حج میں بچا جائے۔

ولا فسوق ولا جدال في الحج

حج میں جس جلال سے منع کیا گیا ہے وہ بعینہٴ ناسفانہ کام ہے جس سے حج کے غیر میں رد کیا گیا ہے کہ دعوت کے میدان میں ملاطفت ہاتھ سے چھوٹے نہ پائے۔

حافظ ابن حزم کا قول

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں مجاہدہ کی دو

قسمیں ہیں ایک مجاہدہ حق اور واجب ہے۔ احرام غیر احرام میں اس کا کرنا ضروری ہے یعنی اسلام کی دعوت میں حق کے اظہار میں اور باطل کے کچلنے میں مجاہدہ واجب ہے۔ اسلام کو اس کا حق دلانے کیلئے مجاہدہ کرنا اور اللہ کی رضا کے لئے مجاہدہ کرنا حق ہے البتہ باطل کے ساتھ مجاہدہ کرنا یا باطل نظریات میں احرام کی صورت میں مجاہدہ کرنا احرام اور حج کو باطل کر دینا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی پہلے گزر چکا ہے۔

مذکورہ آیت میں مجادلہ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ احرام میں اپنے رفیق کے ساتھ اسقہ و مخاصمت اختیار کرتے ہیں کہ اسکو ناراض کر دیتے ہیں چنانچہ ابن قدام نے المعنی (۳/۲۹۶) میں اس معنی کو جمہور محدثین کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

دوسرا معنی جس کا ذکر بعض تفسیروں میں موجود ہے یہ ہے کہ حج کے وقت اور احکام میں مجادلہ کرنا منع ہے۔ اس معنی کو ابن جریر نے پسند فرمایا ہے۔ اور حافظ ابن تیمیہ نے مجموعہ الرسائل الکبریٰ (۲/۳۶۱) میں راجح کہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت ہمارے نقطہ نظر کو واضح کرنے سے قاصر ہے۔

ماں جب حالات کا رخ بتا رہا ہو کہ آپ کا مخالف متعصب ہے اس کے ساتھ مجادلہ بے سود ہے۔ اگرچہ اس کے سامنے دلائل کا انبار بھی لگا دیا جائے پھر بھی وہ اپنی ضد چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تو ایسی حالت میں خطرہ ہے کہ ہمیں مجادلہ سے غلط نتائج نہ نکل آئیں۔ مجادلہ چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

انا ذعیم ببیت فی ربض الجنۃ
 لمن ترک المراء وان کان محققاً
 رواہ ابو داؤد بسند حسن
 عن ابی امامۃ و للترمذی
 نحوہ من حدیث انس و حسنہ۔
 ہیں اس شخص کیلئے جنت کے درمیان میں گھر
 ملنے کی ضمانت دیتا ہوں جو مجادلہ چھوڑ دیتا ہے،
 اگرچہ وہ حق پر ہو۔ ابو داؤد نے ابو امامہ سے
 حسن سند کے ساتھ روایت کیا۔ ترمذی
 میں بھی اس کی مثل حدیث انس سے مروی ہے
 ترمذی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔

اللہ پاک ہم کو ادر تمام مسلمانوں کو اپنے نبی کی سنت کی معرفت حاصل کرنے اور اسی کے راہ کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
وہ کام جو محرم کیلئے جائز نہیں۔

(۱) اختلام کے علاوہ بھی محرم کیلئے غسل کرنا اور سر کھجلا نا جائز ہے صحیحین میں ہے
عن عبد اللہ بن عباس والمسود بن حمزۃ انہما اختلفا بالابواء فقال عبد اللہ بن عباس یغسل المحرم راسہ وقال المسور لا یغسل المحرم راسہ فارسلنی ابن عباس الی ابی ایوب الا نصاری اسئلہ عن ذالک فوجدتہ یغتسل بین القرنین وهو یستتر ثوب قال فسلمت علیہ فقال من هذا فقلت انا عبد اللہ بن حنین ارسلنی الیک عبد اللہ بن عباس اسئلک کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن عباس اور مسور بن محزم کا ابوالمقام میں اختلاف ہو گیا عبداللہ بن عباس نے کہا محرم اپنے سر کا غسل کر سکتا ہے مسور نے کہا نہیں کر سکتا تو مجھے ابن عباس نے ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ میں اس سے دریافت کروں تو میں نے دیکھا کہ وہ کپڑا اڑھ کر (کنوئیں کی) دونوں شاخوں کے درمیان غسل کر رہا ہے میں نے سلام کہا، ابن عباس نے دریافت کیا کون؟ میں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں مجھے ابن عباس نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھ سے دریافت کروں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں کس طرح سر کا غسل فرمایا کرتے تھے

بعض ابویوب نے اپنا ماتھ کپڑے کی جانب
 پھیلایا کپڑے کو سر سے نیچے کیا تو ان کا سر
 نظر آنے لگا پھر ایک انسان سے پانی گرائے
 کہا اس نے آپ کے سر پر مانی گرایا پھر
 اپنے دونوں ہاتھوں کو سر پر پھیلا
 پیشانی کی طرف سے ہاتھوں کو پھیرتے
 ہوئے گدی کی طرف لے گئے۔
 پھر واپس لائے پھر منہ دایا

یغسل راسه وهو محرم؛ فوضع ابویوب
 رضی اللہ عنہ یدہ علی التوب فطأطأه
 حتی بدالی راسه ثم قال لا انسان یصب
 اصیب فصب علی راسه ثم حرك راسه
 بید یه فاقبل بہما وادبر ثم قال هكذا
 رایۃ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل
 زاد مسلم فقال المسور لابن
 عباس لا اماریک

فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے مسلم میں
 یہ الفاظ زائد ہیں کہ پھر مسور نے ابن عباس سے کہا اب کبھی میں تجھ سے نہیں جھگڑوں
 گا۔ وردی البیہقی بسند صحیح
 عن ابن عباس قال رجا قال لی عمر
 بن الخطاب رضی اللہ عنہ، تعال
 ابا قیک فی الماء ابنا طول نفسا و
 نحن محرمون عن عبد اللہ بن عمرو
 ان عاصم بن عمرو عبد الوہمن بن نید
 و تعافی البریثیما لقان رتیغاطسان
 یغیب احدھما راس صاحبہ
 بیہقی نے ابن عباس سے صحیح سند کے ساتھ
 بیان کیا کہ کئی بار حضرت عمر نے مجھے کہا اؤہم
 پانی میں غوطہ زنی میں مقابلہ کرتے ہیں کہ کون
 لمیے سانس والا ہے اس حال میں کہ ہم حرم
 ہوتے تھے عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ
 عاصم بن عمر اور عبدالرحمان بن زید کنویں میں
 غوطہ زنی کرتے اور ایک دوسرے کو سر
 کو پانی میں ڈبوئے اور عمر رضی اللہ عنہ ان

وَعَمْرٍو نَظَرًا لِيَهْمَا فِلم يَنكُر
ذَالِكَ عَلَيْهِمَا -
کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان کے اس
فعل کو مکروہ نہیں جانتے تھے۔

(۲) بحالت احرام سر کھجلا نا جائز ہے اگرچہ کچھ بال بھی جھڑ جائیں۔ ابو ایوب سے
مردی حدیث جو ابھی ابھی گزری ہے۔ وہ اس کے جواز پر دلالت کر رہی ہے
امام مالک (۱/۳۵۸/۹۲) میں ام علقمہ بن ابی علقمہ سے روایت کرتے
ہیں اس نے حضرت عائشہ سے روایت کیا؛

تَسْأَلُ عَنِ الْمَحْرَمِ اِيْحَاءِ جَسَدِهِ فَقَالَتْ
نَعَمْ فَيَلْحِكُهُ وَيَشْرُدُ وِلَوْ رَطَبَتْ
يَدَايِ وِلَمْ اَجِدَا لَارْجِي
لِحُكْمِكَ سِنْدَةٌ حَسَنَةٌ فِي
الشَّوَاهِدِ -
کہ ان سے محرم کے بائے میں سوال ہوا کیا
وہ اپنے جسم پر خارش کر سکتا ہے؟ انہوں
نے اثبات میں جواب دیا اور کہا اگر میرے
ہاتھوں کو باندھ دیا جائے تو میں اپنے پاؤں
کے ساتھ کھجلاؤں گا۔ شواہد میں سند
حسن کے درجہ کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول

محرم اگر بدن کھجلانے کی ضرورت محسوس کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے
اسی طرح غسل کرنے میں اگر بال گریں تو کچھ حرج نہیں ہے۔
(۳) محرم سنگیاں لگوا سکتا ہے۔ اگرچہ اس کی وجہ سے بالوں کو مونڈنا کیوں نہ پڑے
ابن بیینہ روایت کرتے ہیں (اجتہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو محرم
(لحی جمل)۔ موضع بطریق مکہ۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام

(لحی جمل افی وسط راعد ، متفق علیہ ، مقام میں (جو مکہ کے راستہ میں واقع ہے) اپنے سر کے درمیان میں سنگیاں لگوانی (بخاری و مسلم)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ارشاد

محرم انسان ضرورت کے وقت اپنے بدن پر خراش کر سکتا ہے اور سرد اور دوسرے بدن پر سنگی لگوا سکتا ہے، بلکہ اگر ذکر کے ماحول بالوں کو مونڈنے کی ضرورت محسوس کرے، تو مونڈ سکتا ہے۔ صحیح روایت میں یہ ثابت ہے کہ سنگی لگوانا جائز ہے اور جب تک بالوں کو نہ مونڈا جائے، سنگی لگانا ممکن نہیں، اسی طرح غسل کرنے سے اگر بال گر جائیں تو کچھ حرج نہیں، حنا بلکہ کا یہی مذہب ہے، لیکن اس پر فدیہ ہوگا۔ امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ اس پر فدیہ ہے، لیکن ابن حزم نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے یہ

ابن حزم کا قول

اس صورت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ فدیہ حیرانہ وغیرہ ثابت نہیں اگر کچھ منقول ہوتا تو ہم اس سے بے خبر نہ ہوتے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھنے بالوں والے تھے، اور غسل کی صورت میں بالوں کا گرنا ممکن ہے البتہ حالت احرام سر منڈانا ممنوع ہے۔

(۴) پھول سوگھنا، ناخن خود بخود اتر جائے اس کو پھینکنا، عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

المحرم یدخل الحمام وینزع ضرسہ ویشتم الویجان
اذا انکسر ظفرہ طرحہ ویقول امیطوا عنکم الاذی فان
اللہ لا یضنع باذاکم شیئاً

محرم غسل کر سکتا ہے۔ دانت نکلوا سکتا ہے، نیز اپنے سے تکلیف دہ چیز کو دور کر سکتے ہو، اللہ تعالیٰ تم کو تکلیف میں ڈالتا نہیں چاہتا۔

(۵) محرم خیمے کے نیچے چھتری کے سایہ اور گاڑی وغیرہ میں سایہ حاصل کرنے کے لئے بیٹھ سکتا ہے۔ وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ چھت والی گاڑی میں نہ بیٹھا جائے یا چھت کو اتار دیا جائے وہ دین میں تشریح کر رہے ہیں۔ اتنے تکلف کی رب العالمین نے اجازت نہیں دی ہے۔ چنانچہ صحیح روایت میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نمرہ میں خیمہ لگایا گیا ام حصین بیان کرتی ہیں۔

حجبت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جعت الوداع فرایت اسامة وبلدلاً
رضی اللہ عنہما و احدہما اخذ
بخطام ناقصة والاخر فاع ثوبہ
لبسترہ من الحرمتی رمی جمرة
العقبۃ - مسلم - بیہقی
میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت
میں حج کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت بلال اور
اسامہ میں سے ایک نے آپ کی اونٹنی کی لگام
کو پکڑا ہوا ہے۔ اور دوسرے نے آپ کے سر پہ
پکڑا ناں رکھا ہے۔ تاکہ آپ گرمی سے محفوظ
رہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے حمرہ عقیدہ کو
کست کر لیا۔

(۶۹/۵)

سوال: بیہقی میں نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک محرم کو دیکھا وہ اونٹ پر سوار ہے اور اپنے سر پر دھوپ سے سایہ کر رکھا ہے، فرمایا اس کا ذبیہ ادا کریں۔ قربانی دیں۔ دوسرے طریق سے مروی ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن ابی ربیعہ کو دیکھا کہ اس نے بحالت

البیہقی ۵/۴۲-۴۳) سند صحیح ہے۔

حرام سواری کے پالان کے درمیان میں ایک لکڑی کا ڈھکھی ہے اور دھوپ سے بچنے کے لئے اس پر سایہ کر رکھا ہے تو اس سے منع کیا .

جواب

ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو حضرت ام المصین والی روایت نہ پہنچی ہو۔ وگرنہ وہ مخالفت نہ کرتے اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سایہ میں تشریف فرما ہے ہیں۔ اسی لئے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کی روایت موقوف ہے۔ اور ام المصین کی روایت مرفوع ہے پس مرفوع تدا کو ترجیح ہوگی۔ اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔ پھر امام بیہقی نے اس حدیث پر بعنوان باندھا ہے۔ کہ محرم جس کپڑے کے ساتھ چاہے سایہ کر سکتا ہے۔ ہاں کپڑا اس کے ساتھ نہ لگ رہا ہو۔

(۶)۔ محرم اپنی کمر پٹی باندھ سکتا ہے تاکہ تہ بند وغیرہ کرنے نہ پائے انکو کھٹی پہن سکتا ہے۔ کلائی پر گھڑی باندھ سکتا ہے، آنکھوں پر عینک لگا سکتا ہے اس لئے کہ ان سے کسی حدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے البتہ ان میں سے بعض چیزوں کے بارے میں جواز کی دلیلیں موجود ہیں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔

انہما سئلت عن الہمیان للمحرم
فقال وما باس لیستوثق من
نفقتہ وسندہ صحیح ۔
ان سے سوال کیا گیا کیا محرم کمر پر دلوں کی
تختیلی باندھ سکتا ہے؟ انہوں نے جواب
دیا کچھ حرج نہیں۔ زادہ راہ کی رقم کو

محفوظ کرنا ضروری ہے۔ سند صحیح ہے اور حضرت عطار سے امام بخاری نے
تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ محرم انکو کھٹی پہن سکتا ہے۔ اور دلوں کی بانسلی کمر
دغیرہ کے ساتھ لٹکا سکتا ہے۔ خیال ہے کہ گھڑی۔ عینک کے استعمال کا

جواز انگوٹھی، کمر بند کے جواز سے لیا جاتا ہے اور پھر ان دونوں کے استعمال
سے منع بھی تو نہیں کیا گیا۔ ارشاد ربّانی ہے

وما كان ديك نسياً تيرارب مھولنے والا نہیں ہے۔

لیرید اللہ بکم ایسر ولا یرید بکم العسر ولتکبر۔ واللہ
علی ما ہدکم ولعلکم تشکرون۔

دمشق ۱۵ اشوال ۱۳۸۷ھ

محمد ناصر الدین الالبانی

مقدمہ طبع اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله رب العالمين، القائل في محكم كتابه
الكريم: (ونله على الناس حج البيت من استطاع
اليه سبيلاً) ومن كفر فان الله غني عن العالمين
(ال عمران : ۹۷)

والمصلاة والسلام على نبينا محمد القائل فيما
عنه عننا: "خذوا عني مناسككم، فاني لا ادري لعلي
لا احج بعد عامي هذا" وعلى الصلاة والطهاره واصحابه
الاخيار ومن تلاهم وتبحهم باحسان -

اما بعد : میں نے صفحہ صلوٰۃ ابنی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تالیف کیا
اور اس کو زیور طباعت سے آراستہ کیا تو میری امید سے کہیں زیادہ اس کے دو ہزار
نسخے صرف دو سال کے عرصہ میں ہاتھوں ہاتھ بک گئے، حالانکہ اس کی نکاس کیلئے
نہ تو اشاعتی پروپیگنڈا کیا گیا اور نہ ہی کسی مشہور و معروف نامی نے اس کی فروخت
کا کوئی خاص اہتمام کیا۔ دراصل کتاب کے فوراً فروخت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ قارئین
نے محسوس کیا کہ جہاں کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیات کو بلاستیعجاب
اس کے صحیح ماخذ کی نشاندہی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے وہاں اس بار عبارت پرکشش اور

کتاب کی مقبولیت اور شہرت نے قارئین کو براہِ یغینہ کیا تو انہوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ آپ حجِ نبوی کے موضوع پر اسی انداز سے ایک کتابچہ ترتیب دیں۔ اگرچہ میں ان کے اس مطالبہ کو بنظرِ استحسان دیکھتا تھا، لیکن اس وقت چونکہ میں کچھ اور کتابوں کی ترتیب و تدوین میں مصروف تھا جن کی افادیت سے کوئی ہوشمند انسان انکار نہیں کر سکتا اس لئے میں نے معذرت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جتنی جلدی تم چاہتے ہو شاید میں اتنی جلدی تمہارے مطالبہ کو پورا نہ کر سکوں۔ دراصل میں ان دنوں ایک کتاب بدعت کے موضوع پر ترتیب دے رہا تھا جس میں اپنی بساط کے مطابق کوشش میں مصروف تھا کہ قدیم زمانہ سے عوامِ اناسس بن بدعات میں مبتلا ہیں۔ امکانی حد تک اولاً ان تمام بدعات کا استیعاب کیا جائے۔ پھر لوگوں کو ان سے اجتناب کی طرف راغب کیا جائے اور صرف سنتِ محمدیہ کے ساتھ تمکک کرنے پر آمادہ کیا جائے، اس کے علاوہ کچھ دیگر دینی مباحث میں تحقیق کی۔ شعوریت کی دہر سے مجھے کم ہی فرصت ملتی تھی۔ مزید برآں حصولِ تماسکس کیلئے بھی مجھے محنت کرنی پڑتی۔ اور ہاتھ کی کمائی سے گذر عیش کرنے کیلئے وقت نکالنا ضروری تھا۔ اگرچہ ان کے مطالبہ کے مطابق میں بھی چاہتا تھا کہ یہ علمی کام ہونا چاہیے۔ لیکن مذکورہ مواعظ اس مقصد کے حصول میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اور پھر یہ کام کافی وقت خالی ملنے کے ساتھ ساتھ محنت مانگتا تھا تاکہ سنت پر مشتمل کتابوں کا تتبع کر کے مؤثر سے متعلقہ مواد سہراہم کیا جائے۔

اے حضرت شیخ ناصر الدین البانی کے شاگرد شیخ علی مشرف نے بتایا کہ اساتذہ محترم حصولِ مواہب کیلئے لکھڑیوں کی برمت صفائی کا مشغلہ رکھتے ہیں۔ غالباً ہفتہ میں دو دن اس مصروفیت میں رہتے ہیں (حبسدا) پاکستان کے علماء کیلئے لکھڑیوں کی برمت (مترجم)۔

ان تمام مشاغل کے باوجود میں چاہتا تھا کہ حج کے موضوع پر کتب بچہ مرتب ہو جائیں۔ چنانچہ اس دوران علامہ نواب صدیق حسن خاں کی کتاب الروضة السنية کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ مطالعہ کے دوران خیال گزرا کہ صحیح مسلم میں روایت کردہ جابر کی حدیث درباب حج کی روشنی میں حج نبوی کے موضوع پر کتاب ترتیب دوں، شاید ان لوگوں کی آرزو میں شرمندہ تعبیر ہو سکیں گی جو دنور شوق کے ساتھ اس کام کا مطالبہ کر رہے ہیں، اگرچہ میں جانتا تھا کہ اس کام کے لیے سخت محنت کے ساتھ ساتھ کافی وقت درکار ہوگا۔ اسی اثنا میں کمرمت باندھ کر میدان میں کود پڑا اور اس ضابطہ نے میرے عزم کو مزید تقویت بخشی کہ (مالا یدرک کلہ لا یتزک کلہ) یعنی اگر جملہ تفصیلات کا ذکر نہ ہو سکے تو جس قدر بھی ہو سکے غنیمت ہے۔ جب میرا ارادہ عزم کی صورت اختیار کر گیا تو میں نے تمام مشاغل کو بالائے طاق رکھا اور صحیح مسلم میں روایت کردہ حضرت جابر کی حدیث پر غور کیا جب حدیث کے متن کی تجزیے میں متعدد کتب حدیث کی طرف مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ مسلم کی حدیث میں حج کے بعض مناسک کا ذکر نہیں ہے چنانچہ صحیح ستہ سے ان کا استخراج کیا۔ افادیت کے حامل زائد جملوں کو مسلم کی حدیث کے ساتھ یکجا کیا اور زائد جملوں کو مناسب مقام میں درج کیا۔ اس کے باوجود چند ضروری باتیں ایسی تھیں کہ جن کا اضافہ کرنا ممکن نہیں تھا جب تک کہ اس اسلوب میں تھوڑی سی تبدیلی نہ کر دوں جس کو میں نے اپنانے کا عزم کر رکھا تھا اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام میں سے جن جن سے حج نبوی کی حدیث مروی تھی ان کے طریق کو زیر بحث لا کر حقائق سے پردہ کشائی کی اور جب مناسک حج کا مسوہ سند اہم ہو گیا تو اس کی روشنی میں (صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم منذ خروجه من المدينة الى رجبه اليها) (حج نبوی کا بیان آپ کے مدینہ منورہ سے نکلنے سے لیکر واپس آنے تک) نام کے کتابچہ کو ترتیب دیا۔

بجاء اللہ کتابچہ اس قدر عمدہ ترتیب کے ساتھ معرض وجود میں آیا کہ قارئین کو اس کا ملاحظہ کرنے کے بعد کہنا پڑے گا کہ یوں معلوم ہو رہا ہے جیسا کہ حج کے پورے سفر میں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر حج کے دوران پیش آنے والے تمام واقعات آپ کے خطبے سوالوں کے جوابات مناسک حج دیگر مفید معلومات اور عجیب و غریب نکت اور نظائر الف سے کتابچے کو پرکشش بنایا اور حسب عادت صحت عدم صحت کے ریمارکس بھی ساتھ ساتھ دیتے۔ جب تمام مزوری مواد سنا ہم ہو گیا تو مسیری امید یقین کی شکل اختیار کر گئی اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے اس کی ترتیب اور نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے ہو حبیبی لاله الا هو۔

حج نبوی کے موضوع پر میں

ائمہ حدیث اور جابر کی حدیث

کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ ائمہ حدیث اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حج نبوی کے واقعہ کو دیگر تمام صحابہ سے بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔ واقعات کے انضباط میں یہ خوبی موجود ہے کہ آپ کے درمیان سے چلنے سے لیکر واپس آنے تک کے تمام واقعات آگئے ہیں، اس لحاظ سے یہ حدیث جامع ہے اور متعدد فوائد پر مشتمل ہے نیز دین اسلام کے اہم بنیادی قواعد پر حاوی ہے۔

قاضی عیاض کا قول

ائمہ حدیث نے اس سے فقہی مسائل کا استخراج کرتے ہوئے کتابیں تحریر کی ہیں، چنانچہ ابوبکر بن منذر نے ایک ضخیم کتاب لکھی جس میں تقریباً یکصد پچاس

فقہی مسائل کا استخراج کرتے ہوئے ان پر بحث کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ بالاستیعاب فقہی مسائل کا استنباط کرتے تو جس قدر انہیں فوائد حاصل ہوئے ہیں، اس سے دوگنا زیادہ فوائد حاصل ہو سکتے تھے۔

اسی طرح امام مسلم نے "باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا انعقاد کر کے اس کے تحت حضرت جابر کی حدیث ذکر کی ہے۔

امام ابو داؤد نے اس حدیث پر "صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا عنوان قائم کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے حضرت جابر کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مناسک حج میں حضرت جابر کی حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۱۲۶-۱۲۹ میں بیان کیا ہے کہ حضرت جابر کی حدیث مناسک حج میں مستقل حیثیت کی حامل ہے۔

اممہ کرام حضرت جابر کی حدیث بروایت مسلم کی بنا پر مدح و ثنا کر رہے ہیں اور جب دوسری روایات میں بیان کردہ فوائد کو اس کے ساتھ ملا دیا جائے (جیسا کہ ہم نے یہ کوشش کی ہے) تو حدیث کی افادیت اور المکلیت اظہر من الشمس ہو گئی، خصوصاً جب کہ اسلوب میں ندرت اور بانگین بھی نمایاں ہے۔

مناسک حج کی روایات اور انکی تخریج :-

حضرت جابر سے مناسک حج کی روایت ان کے سات شاگرد کر رہے ہیں تفصیل لیں ہے :-

۱۔ شیخ عبدالحی کتانی نے "الترتیب الاداریہ" (۲/۸۵۶) میں تخریر کیا ہے کہ امام مسلم نے حضرت جابر کی حدیث پر "حدیث جابر الطویل" باب منعقد کیا ہے۔ درحقیقت یہ ان کا وہم ہے۔ اس باب کا انعقاد تو امام مسلم نے حضرت جابر کی مروی دوسری طویل حدیث پر کیا ہے جو مسلم کی دوسری

۳۷۱، ۳۸۱، ۳۹۳، ۳۹۸، ۴۱۱) مشکل الآثار (۱: ۳۳۶، ۲: ۷۳، ۳: ۱۶۰) | لمجم الصغير
 للطبرانی (ص ۱۶، ۲۳۵، ۲۵۱) سنن دارقطنی (ص ۲۶۹، ۲۷۰) مستدرک حاکم (۱: ۴۵۵) |
 صحیح ابن خضیمہ، الترغیب والترہیب کے حوالہ سے سنن البیہقی الکبریٰ (۵: ۳۲، ۴: ۳۲،
 ۳۹، ۴۰، ۴۵، ۷۴، ۸۳، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۱۰۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۴،
 ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۷۰) | مسند احمد (۳: ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۴۰،
 ۳۸۸، ۳۹۴، ۳۹۴) طبقات کبریٰ ابن سعد (۲: ۱۰۱، ۱۲۷) | حلیۃ الاولیاء لابن نعیم
 ۳: ۱۸۹، ۱۹۹، ۲۰۰، ۵: ۷۵، ۷: ۲۳۳، ۲۳۴، ۹: ۲۲۹) | میں مسلم کی روایت
 کے متفرق حصے مروی ہیں۔

ابو الذبیر عن جابر کی تخریج :

مسلم (۴: ۷، ۳۵، ۳۶، ۶۷، ۷۰، ۷۹، ۸۰، ۸۸) | "المستخرج علی المسلم لابن نعیم"
 (۱۹: ۱۴۷، ۱: ۱۷۰-۲) | البوداؤد (۱: ۲۸۲، ۲۹۵، ۳۰۹) نسائی (۲: ۴۲، ۴۳،
 ۴۴، ۴۹، ۵۰) | ترمذی (۲: ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴) | دارمی (۲: ۶۲) | ابن ماجہ (۲: ۲۲۸،
 ۲۴۷) | مسند شافعی (۲: ۱۲، ۴۴، ۵۳، ۶۴) | شرح المعانی للطحاوی (۱: ۳۶۰، ۳۶۹،
 ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۱۴) | مشکل الآثار (۳: ۲۴۷) | دارقطنی (ص ۲۶۲) | مستدرک حاکم
 (۱: ۴۸۰) | سنن البیہقی (۴: ۳۴۷، ۳۵۳، ۵: ۲۷، ۳۱، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۷،
 ۱۱۴، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۹، ۱۵۴) | مسند طیبی (رقم ۱۷۷) | مسند احمد (۳: ۳۲۴،
 ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷،
 ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،
 ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵

۳۷۱، ۳۸۱، ۳۹۳، ۳۹۸، ۴۱۱) مشکل الآثار (۱: ۳۳۶، ۲: ۷۳، ۳: ۱۶۰) | لمجم الصغير
 للطبرانی (ص ۱۶، ۲۳۵، ۲۵۱) سنن دارقطنی (ص ۲۶۹، ۲۷۰) مستدرک حاکم (۱: ۴۵۵) |
 صحیح ابن خضیمہ، الترغیب والترہیب کے حوالہ سے سنن البیہقی الکبریٰ (۵: ۳۲، ۴: ۳۲،
 ۳۹، ۴۰، ۴۵، ۷۴، ۸۳، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۱۰۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۴،
 ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۷۰) | مسند احمد (۳: ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۴۰،
 ۳۸۸، ۳۹۴، ۳۹۴) طبقات کبریٰ ابن سعد (۲: ۱۰۱، ۱۲۷) | حلیۃ الاولیاء لابن نعیم
 ۳: ۱۸۹، ۱۹۹، ۲۰۰، ۵: ۷۵، ۷: ۲۳۳، ۲۳۴، ۹: ۲۲۹) | میں مسلم کی روایت
 کے متفرق حصے مروی ہیں۔

ابو الذبیر عن جابر کی تخریج :

مسلم (۴: ۷، ۳۵، ۳۶، ۶۷، ۷۰، ۷۹، ۸۰، ۸۸) | "المستخرج علی المسلم لابن نعیم"
 (۱۹: ۱۴۷، ۱: ۱۷۰-۲) | البوداؤد (۱: ۲۸۲، ۲۹۵، ۳۰۹) نسائی (۲: ۴۲، ۴۳،
 ۴۴، ۴۹، ۵۰) | ترمذی (۲: ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴) | دارمی (۲: ۶۲) | ابن ماجہ (۲: ۲۲۸،
 ۲۴۷) | مسند شافعی (۲: ۱۲، ۴۴، ۵۳، ۶۴) | شرح المعانی للطحاوی (۱: ۳۶۰، ۳۶۹،
 ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۱۴) | مشکل الآثار (۳: ۲۴۷) | دارقطنی (ص ۲۶۲) | مستدرک حاکم
 (۱: ۴۸۰) | سنن البیہقی (۴: ۳۴۷، ۳۵۳، ۵: ۲۷، ۳۱، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۷،
 ۱۱۴، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۹، ۱۵۴) | مسند طیبی (رقم ۱۷۷) | مسند احمد (۳: ۳۲۴،
 ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷،
 ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،
 ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

- قال جابر رضی اللہ عنہ :** حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں،
 (۱) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکث بالمدینۃ تسع سنین
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوسال
 تک مدینہ منورہ میں حج نہیں کیا،
 لم یحج -
 (۲) ثم اذن فی الناس فی العاشرة
 ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
 حاج هذا العام -
 مہینہ دس ہجری میں اعلان کیا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال
 حج کرنے جا رہے ہیں۔
 (۳) فقدم المدینۃ بترکثید و فی
 روایۃ فلم یبق احد یقدر ان
 یاتی راکیبا او را جلا الا قدم :
 تو مدینہ منورہ میں کثیرا تردد ہوا گیا
 ایک روایت میں ہے جو شخص سواری پر
 یا سیدل آنے کی طاقت رکھتا تھا وہ آگیا۔

سے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حجۃ الوداع کے علاوہ کوئی حج نہیں کیا۔ صرف سن دس ہجری میں ایک حج کیا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حج کب فرض ہوا۔ اقرب الی الصواب قول یہ ہے کہ سن نو یا دس ہجری میں حج فرض ہوا چنانچہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس قول کو راجح کہا ہے۔ اکثر سلف صالحین کا نعتہ نظر بھی یہی ہے، اس لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور بلا تاخیر حج ادا کیا، لیکن دیگر اقوال کی روشنی میں تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ نے حج کی ادائیگی میں تاخیر سے کام لیا، اسی لئے اس قول کے قائل لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تاخیر کے ساتھ حج ادا کرنے پر جوابات دینے پڑے جو کہ قوی نہیں ہیں۔

فتد ارك الناس لينخر جو امعه
كلهم يلبس ان يا تم برسول الله
صلى الله عليه وسلم و يعمل
مثل عمله

لوگ اس لئے آئے کہ آپ کی معیت میں
چلیں گے۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا، کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا
میں حج کرے گا۔

(۴) وقال جابر رضی اللہ عنہ
سمعت قال الراوی احسبہ
رفع الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم زوفی روايته قال خطبنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حج (فعال: مہمل اهل المدينة
من ذی الخلیفۃ کہہ

اور آپ کی طرح مناسک ادا کرے گا
راوی نے روایت کرنے ہوئے کہا ہے
کہ میرا خیال ہے کہ حضرت جابر نے حدیث
کو مرفوع بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں
ہے حضرت جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج میں شرط
دیتے ہوئے فرمایا کہ اہل مدینہ کامیقات
ذوالخلیفہ ہے۔

۳۔ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن حضرت جابر کے علاوہ دیگر صحابہ سے مروی
احادیث اس کی شاہد ہیں اور تقویت پہنچا رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عمر کی روایت میں
(جو بخاری مسلم میں ہے) کہ آپ کا یہ خطبہ مسجد نبوی میں تھا بسند احمد کی روایت میں ہے
کہ آپ نے منبر پر خطبہ دیا حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے یہ خطبہ اس وقت دیا جب
آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے تاکہ لوگوں کو مناسک حج کا علم ہو جائے۔

۴۔ قانوس میں ہے کہ ذوالخلیفہ مدینہ منورہ سے چھ میل کی مسافت پر ہے۔ حافظ
ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۵: ۱۱۴) میں تین میل کہا ہے اور حافظ ابن القیم نے
زاد المعاد ۲/۷۸ میں یہ تقریباً ایک میل لکھا ہے۔ تینوں اقوال مختلف ہیں۔

ومصل اهل الطریق الآخر اور دوسرے راستہ والوں کا میقات
 الحجۃ ومصل اهل العراق حجفہ اور عراق کے باشندوں
 من ذات عرق لہ کا میقات ذات عرق ہے۔

لہ حجفہ مکہ سے تین مرحلوں پر واقع ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ "مناسک حج" (۳۵۶/۲) میں فرماتے ہیں۔ حجفہ قدیم زمانہ میں آباد بستی تھی۔ اسکو حصیہ کہتے تھے۔ اب وہ آباد نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ اب لوگ اس سے پہلے رابع مقام سے احرام باندھتے ہیں۔ مغرب کے علاقوں سے آنے والے حجاج کا بھی یہی میقات ہے۔ اسی طرح اہل شام، اہل مصر جب مدینۃ الرسول کے قریب سے گزرتے ہیں تو اہل مدینہ کی مانند ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے ہیں بالاتفاق ان کیلئے یہی مستحب ہے۔ بلا احرام وہاں سے گزرنے اور حجفہ سے احرام باندھنے میں علماء مختلف ہیں۔ لیکن مذکورہ حدیث کے پیش نظر ان کا حجفہ سے احرام باندھنا درست معلوم ہوتا ہے۔

لہ ذات عرق نجد، تہامہ کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے (قاموس) (معجم البلدان) ذات عرق مکہ مکرمہ سے سینتالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (فتح الباری) (اعتراض) جابر کی حدیث میں ذکر کردہ حصہ کہ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے۔ سند اور متن کے لحاظ سے درست نہیں کہ ہے۔ سند میں راوی نے جزم کے ساتھ مرفوع نہیں کیا ہے۔ اپنے خیال کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت جابر نے حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ متن کے لحاظ سے بھی اس کو درست نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ ان دونوں عراقی نفع نہیں ہوا تھا۔

(پہلا جواب) ابن ماجہ کی روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس میں تک کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔ نیز مذاہم کی ایک روایت میں بھی جزم کا صیغہ موجود ہے اگرچہ اس میں ابن طہیبہ راوی سوا حفظ کے ساتھ موصوف ہے لیکن جب ابن طہیبہ سے بیان کرنے والے راوی بیہقی کی روایت

(بقیہ حاشیہ ۱۱) میں عبداللہ بن وہب ہیں تو اس قسم کی روایت جمعیت کرام کے نزدیک قابل قبول ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین (۱۳/۳-۱۴) میں تحریر کرتے ہیں جب ابن لہیعہ سے (عبادہ) یعنی عبداللہ بن مبارک عبداللہ بن یزید مقرئ، عبداللہ بن وہب بیان کریں تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔ تفصیل کیلئے اعلام دیکھیں۔

(دوسرا جواب) اگر پہلے جواب سے شک و شبہ زائل نہ ہو تو سنیے اس حدیث کے کثیر شواہد صحابہ کرام کی جماعت سے مروی ہیں۔ تلخیص الجبر، نصب الرایہ (۱۲/۲-۱۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ ابن کثیر کی الجرح والنقی میں بھی شواہد باٹے جاتے ہیں۔ یہ مختصر رسالہ ان کے ذکر کا تحمل نہیں تاہم علامہ طحاوی (۱/۳۶۰) نے جس شاہد کا ذکر کیا ہے اور جو تمام شواہد سے ارفع ہے اس کا ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں اس شاہد کو ابو نعیم نے المحلیۃ (۳/۹۴) میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ موافقت کے ذکر میں عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے رفقاء نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کیلئے ذات عرق میقات مقرر فرمایا ہے۔ ابو نعیم نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ پس حدیث کو مطلقاً کمزور کہنے والے غلطی پر ہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث بذاتہ توقوی نہیں ہے۔ البتہ طرق کثیرہ نے اس کو قوی بنا دیا ہے۔ نیز حدیث کی صحت کی تقویت حضرت عمر کے قول سے بھی پوری ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمر نے عراق والوں کیلئے ذات عرق میقات مقرر فرمایا اور حضرت عمر کی موافقات مشہور ہیں شائد ان کا یہ تعین بھی ان موافقات سے ہو جن کے توافق پر وحی کا نزول ہوا۔

(تیسرا جواب) حدیث پرمتن کے لحاظ سے اعتراض کرنا کہ ان دونوں جب اپنے اس میقات کا تعین فرمایا، عراق فتح نہیں ہوا تھا لغو ہے۔ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد امت کی تعلیم کیلئے تھا۔ اس حکم کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ آپ کے حکم دینے کے وقت عراق کا علاقہ ضرور فتح ہو چکا ہو جیسا کہ شام بھی ان دنوں فتح نہیں ہوا تھا، اس کے باوجود آپ نے شام والوں کا میقات جمعہ مقرر فرمایا۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔

اور اہل نجد کا میقات ترن اورین اورین
کا معلوم ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار یا پانچ
ذی القعدہ گھر سے باہر نکلے۔

ووصل اهل نجد من قرن و
وصل اهل اليمن من يلملم
۵- قال فخرج رسول الله صلى الله
عليه وسلم الخمس بقين من
ذی القعدہ او اربع ۴

معرض کا اعتراض عدم علم پر مبنی معلوم
ہوتا ہے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ

بتیہ حاشیہ
حافظ ابن عبد البر کا قول

علیہ وسلم نے جب شام والوں کی میقات مقرر فرمایا تو اس وقت شام کا علاقہ دار الکفر تھا۔
جیسا کہ عراق کا علاقہ بھی دار الکفر تھا۔ ان علاقوں میں آپ نے مواقیت کا تعین اس بنیاد پر
فرمایا کہ مستقبل قریب میں یہ علاقے اسلام کے زیر نگیں آجائیں گے چنانچہ حضرت عمر کے دورِ
خلافت میں یہ علاقے فتح ہوئے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عراق نے اپنے
دراہم اور اوزان کو محفوظ کر لیا ہے (کا مطلب اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ مستقبل قریب
میں یہ علاقے فتح ہو جائیں گے اور وہاں کے سکے اور اوزان محفوظ ہو جائیں گے۔

بن الزکمانی فی (المجہد) (۵/۲۸-۲۹)

حاشیہ صفحہ ۶۲

نہ خیال رہے کہ ۱۰۰۰ تیس میں کے ناسلہ پر ہے۔

۴ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے دو چادریں
زیب تن فرمائیں۔ بالوں کو تیل لگایا۔ خشکی کی کسیر رنگ کے علاوہ ہر قسم کی رنگ دار
یا سفید چادروں کے استعمال کی اجازت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ میقات سے قبل جس احرام
کی چادریں پہننا جائز ہے۔ البتہ احرام کی نیت راجح مذہب کے مطابق میقات
سے پہلے نہ کی جائے جب کہ طیاروں میں سفر کرنے والوں کیلئے اجازت ہے کہ وہ احتیاطاً
میقات کے آنے سے پہلے احرام بلند کر لیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ انہیں پتہ نہ چلے
میقات گزر جائے اور ابھی انہوں نے احرام ہی نہ باندھا ہو۔

احرام باندھتے وقت نیت : زبان کے ساتھ نیت چونکہ مشروع نہیں ہے اس لئے نہ احرام اور نہ کسی دوسری عبادت وضو، نماز، روزہ میں زبان کے ساتھ نیت کی جائے، اس لئے نیت تو دل کا فعل ہے زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم کا باعث ہے :

عبداللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے
 حافظ ابن حجر کا قول : کہ موافقت سے قربانیوں کو ساتھ کر لیا جائے

بلکہ دور دراز سے آنے والے لوگ وہیں سے قربانیاں ساتھ لائیں یہ ایسی سنت ہے جس سے اکثریت ناواقف ہے لیکن حافظ ابن حجر کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ قربانی کو ساتھ چلانا اگرچہ آپ سے ثابت ہے لیکن اس پر آپ سے ندامت بھی ثابت ہے چنانچہ آپ نے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، اگر مجھے وہ چیز جواب معلوم ہوئی ہے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔ پس جن کے ساتھ قربانی نہیں ہے، وہ حلال ہو جائیں، آپ کے اس ارشاد سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔

پہلی بات : جو شخص حج کے عمرہ کا نذرہ اٹھا رہا ہے اس کیلئے قربانی ساتھ لے جانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ درمیان میں حلال ہو جائے یعنی وہ قرآن نہ کرے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں قربانی نہ لاتا اور قرآن نہ کرتا پس افضلیت اس میں ہے کہ قربانی کو ساتھ نہ رکھا جائے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احرام میں بسبب شروع ہے کہ آپ فرماتے ہیں **لبیت عمرة وحجاً** (میں عمرہ اور حج کیلئے حاضر ہوں) ایسے مناسب یہ ہے کہ نذرانہ الفاظ میں نہ لیا جائے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (المنیہ) ۲۳۴-۲۳۵ میں اس کو ثابت کیا ہے۔ جبکہ مناسک حج (۲/۳۵۹) میں پہلے قول کی مخالفت کی ہے تو جب کسی امام کے کسی مسئلہ میں دو قول ہوں تو جو قول مدلل اور محقق ہو اس کو تسلیم کرنا چاہیے اس سلسلے میں قائل کے احتیاط کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے اور غیر مدلل قول کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے۔

حتیٰ اتینا: ذالْحلیفۃ فولدت اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اصنع۔

ساتھ بچے اور عورتیں بھی تمہیں توجہ ہم ذوالحلیفہ آئے اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد پیدا ہوا اس نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں کیا کروں؟

فقال اغتسلی واستقزی لہ بثوب واحدی فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المساجد وهو صامت ثم ركب القصواء

آپ نے فرمایا غسل کرے اور مضبوطی کے ساتھ کپڑا باندھے اور احرام باندھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خاموشی کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھائی

بقیہ ص کی طرف سے رمی کی جاسکتی ہے۔ عبداللہ بن عمر اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ عطاء زہری، مالک، شافعی، اسحاق کا بھی یہی قول ہے، لیکن اگر اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا، تو پھر کچھ حرج نہ تھا۔ حدیث کا حال آپ کے سامنے ہے کہ وہ کمزور ہے، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور عورتوں کی طرف سے لبتیک کہنے کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں۔ اہل علم کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کی طرف سے کوئی دوسرا انسان لبتیک نہیں کہہ سکتا، وہ خود لبتیک کہے؛ البتہ وہ بلند آواز کے ساتھ نہ کہے۔

لہ صیغۃ امر ہے نہایہ میں ہے کہ عورت پہلے تو اپنی شرمگاہ کو روئی کے ساتھ پڑ کرے اور کناروں کو مضبوط کرے، پھر کسی چوڑے کپڑے کو مضبوط کر کے باندھے، یہاں تک کہ خون سیلان رک جائے۔ لہ مقصد یہ ہے کہ آپ نے مسجد میں لبتیک نہیں کہی ہے؛ البتہ جب آپ کی اڈٹنی بیدار پر برابر ہوتی، تو اس وقت آپ نے لبتیک کا آغاز فرمایا۔ لہ آپ کی اڈٹنی کا نام ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نام عضباء، عہد عاہ بھی منقول ہیں؛ کہا گیا ہے کہ یہ آپ کی دوسری اڈٹنیوں کے نام ہیں تفصیل نووی شرح مسلم میں دیکھیں۔

حتیٰ اذا استوت به علی البیداء
 پھر آپ فصولاً نامی اونٹنی پر سوار ہوئے
 جب وہ بیدار پہاڑی پر چڑھ گئی۔
 اهل بالحج رقی روایت افرد
 تو آپ نے اور آپ کے صحابہ نے
 الحج ہو دا صحابہ قال جابرفنظرت
 حج کے لئے لبیک کہا اور ایک روایت
 الی مد بصری من بنین یدیه۔
 میں حج افراد کا لفظ ہے حضرت جابر
 بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کے سامنے تاجد نظر اڑ دام دیکھا۔

لے اس مقام پر لبیک اونچی آواز سے پکارنے کا ذکر ہے، احرام کا ذکر نہیں، اس
 لئے کہ احرام تو آپ نے اسی وقت باندھ لیا تھا، جب گھر سے روانہ ہوئے تھے اور
 احرام سے قبل حضرت عائشہ نے آپ کو بہترین خوشبو لگائی، احرام سے تین روز بعد
 تک آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی رہی۔

استراض، مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے صرف حج کی
 لبیک پکاری تھی، لیکن صحیحین میں حضرت انس سے مروی حدیث میں یہ ہے کہ آپ
 نے حج عمرہ دونوں کی لبیک کہی، جیسا کہ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس مضمون
 کی بیس حدیثیں بیس صحابہ کرام سے نقل فرما کر ثابت کیا ہے کہ آپ قارن تھے اور پھر
 حضرت عائشہ کا قول جو بخاری اور مسند احمد میں ہے کہ یا رسول اللہ آپ حج، عمرہ
 دونوں کر رہے ہیں اور میں صرف حج کر رہی ہوں، اس مسئلہ کو واضح کر رہا ہے۔ نیز
 حضرت جابر جو حج کی حدیث کے راوی ہیں، خوب جانتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم قارن تھے، تو پھر حضرت جابر یہ کیوں کہتے ہیں کہ آپ نے صرف حج کی لبیک کہی اور
 حج افراد کا احرام باندھا۔

من راکب و ماش و عن یمنہ
 مثل ذالک و عن یسارہ مثل ذالک
 و من خلفہ مثل ذالک و رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 و سلم بین اظہر نا و علیہ ینزل
 القرآن و هو یعرف تاویلہ و ما
 عمل بہ من شیئ۔

کچھ سوار اور کچھ پیدل تھے۔ آپ کے دین
 باتیں اور تیجے بھی اسی طرح کا اذحام تھا
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
 درمیان تھے، آپ پر قرآن پاک نازل ہوا
 تھا اور آپ اس کے معانی کو خوب سمجھتے
 تھے اور جو عمل آپ کر رہے تھے۔

بقیہ ماشیہ ص۔ پہلا جواب؛ شروع احرام میں آپ مفرد تھے، خصوصاً وادی
 عقیق میں پہنچنے سے پہلے آپ صرف حج افراد کی نیت رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 بیان کرتے ہیں کہ جب آپ اس وادی میں اترے، تو آپ کو حج قرآن کا حکم دیا گیا۔ آپ
 نے فرمایا، میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے اللہ کا حکم پہنچایا
 کہ آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور عمرہ و حج دونوں کی لبیک کہیں۔

دوسرا جواب؛ حضرت جابر کا بیان کرنا کہ آپ نے صرف حج کی لبیک کہی
 عمرہ کی لبیک نہیں کہی۔ اس کو ان کے سننے پر محمول کیا جائے گا، یعنی جس طرح انہوں
 نے سنا روایت کر دیا۔ یہ جواب نہایت کمزور ہے، اس لئے کہ اس مضمون کی روایت صرف
 جابر ہی سے مروی تو نہیں ہے، بلکہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے یہ حدیث مروی ہے،
 چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ سے یہی مروی ہے، تو اس شہادت کے بعد صحابہ کرام
 کی طرف عدم علم کی نسبت کرنا خاصا مشکل ہے، اسی لئے ابن المنذر، ابن حزم، قاضی
 عیاض نے پہلے جواب کو پسند فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں اسی کو

عملنا بہ فاهل بالتوحید ہم بھی آپ کی اقتداء کر رہے ہیں
لبیک اللہم لبیک لبیک لا آپ نے اونچی آواز کے ساتھ لبیک

بقیہ حاشیہ ۶۷ ترجیح دی ہے، لیکن ابن القیم کا حضرت جابر کی اس حدیث میں
درارودی کو متفرد کہہ کر کمزور کہنا درست نہیں، جبکہ طبقات ابن سعد (۱۶۰/۱/۲) میں
اس کا تابع عبدالعزیز بن ابی حازم موجود ہے۔

لے امام نووی فرماتے ہیں حدیث سے معلوم ہوا کہ سواری پر یا پیدل حج کرنا دونوں
طرح درست ہے؛ البتہ ان میں سے کونسی صورت، افضل ہے۔ جمہور علماء اس طرف
گئے ہیں کہ سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے، اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء
بھی ہے اور مناسک حج کی ادائیگی بھی آسان ہے۔ نیز اس صورت میں خرچ زیادہ ہوتا
ہے۔ امام داؤد فرماتے ہیں کہ پیدل چل کر جانا افضل سمجھتے تھے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے،
لیکن صرف مشقت کو فضیلت کا سبب قرار دینا فاسد ہے۔ معلوم ہوا کہ سواری پر سوار
ہو کر بلکہ ہوائی جہاز میں سفر کر کے جانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔ اس کے
خلاف بعض لوگوں کا اس حدیث کو بیان کرنا کہ سواری پر حج کرنے والے انسان کو ہر
قدم کے بدلے ستر نیکیاں اور پیدل چل کر جانے والے کو ہر قدم کے بدلے سات سو
نیکیاں کا ثواب ملتا ہے صحیح نہیں، اس لئے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اسی طرح یہ
حدیث کہ پیدل چل کر جانے والے کو ستر حج اور سواری پر جانے والے کو تیس حج کا
ثواب ملتا ہے سخت کمزور ہے، دیکھئے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (رقم ۴۹۶-۴۹۷)
البتہ حافظ ابن تیمیہ نے (مناسک حج) میں تحریر کیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا پیدل

شريك لَكَ لَبِيْكَ اِنْ الْحَمْدُ وَالنِّعْمَةُ لَكَ وَالْمَلِكُ لِاشْرِيْكَ
 اللَّهُمَّ لَبِيْكَ لَبِيْكَ لِاشْرِيْكَ لَكَ
 لَبِيْكَ اِنْ الْحَمْدُ وَالنِّعْمَةُ وَالْمَلِكُ
 لِاشْرِيْكَ لَكَ كَمَا تَوَلَّوْا كُوْلُوْنَ فِيْ بَلَدِ اَوَّازٍ
 لَكَ وَاَهْلَ النَّاسِ بِهَذَا الَّذِي
 يَهْمَلُوْنَ بِهِ -
 کے ساتھ یہ کلمات کہے۔

بقیہ ماشیہ ص

کرنا افضل ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا سواری پر حج کرنا افضل ہے۔ لوگوں کے حالات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، یہی صورت اقرب الی الصواب ہے۔ ہاں اس جملہ میں لطیف اشارہ موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تائید خوب جانتے تھے اور صحابہ کرام کو اس سے آگاہ فرماتے، صحابہ کرام اگرچہ عربی زبان سے آشنا تھے، تاہم پھر بھی وہ قرآن پاک کی تفسیر میں آپ کے بیان سے مستغنی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام جس طرح دوسری عبادات میں آپ سے سہمائی حاصل کرتے ہیں، حج کی عبادت میں بھی وہ آپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور جو عمل آپ فرما رہے ہیں، صحابہ کرام اس میں آپ کی اتباع کر رہے ہیں۔

لیکن بعض صوفیاء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ہم علم صوفیاء کی گمراہی | لَدُنِي رَكْعَتَيْنِ هِيَ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ سِتِّ مِائَاتٍ رَكْعَاتٍ
 لَدُنِي رَكْعَتَيْنِ هِيَ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ سِتِّ مِائَاتٍ رَكْعَاتٍ

ہوتا ہے؛ لہذا ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مستغنی ہیں، ہم آپ کے عمل، طریق کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے، بلکہ طبقات الکبریٰ میں علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ اس کے مجذوب اور قابل اساتذہ میں سے ایک ایسے استاذ بھی تھے جو ہمارے اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن پڑھا کرتے اور اس کا ایصالِ ثواب مسلمانوں کے اموات کو نہ دے بھیجتے۔

اور ایک روایت میں ہے صحابہ کرام نے لبیک کہنے میں (لبیک ذالمعارج لبیک ذالفواضل) (بلندیوں اور فضیلتوں والے میں حاضر ہوں) کا اضافہ کیا آپ نے

ذی روایۃ دبی الناس
والناس یزیدون لبیک ذالمعارج
لبیک ذالفواضل فلم یرد رسول
اللہ علیہ وسلم علیہم شیئاً منہ
انکار نہیں کیا۔

بقیہ حاشیہ ص ۶۹

منکرین حدیث

میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن پاک کے فہم کے لئے سنت نبوی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، وہ اپنے

آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں، ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک کے سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان کو جاننا ضروری ہے، یہ لوگ گمراہ ہیں۔ اگر صرف عربی زبان کو جاننا فہم قرآن کے لئے کفایت کرتا تو کیا حضرت جابر اور دیگر صحابہ کرام جو عربی زبان کے آداب سے آشنا تھے، ان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ قرآن پاک کی تفسیر میں آپ کی عملی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بناتے جیسا کہ اس حدیث میں وضاحت موجود ہے اور یہ منکرین حدیث تو عجیب ہیں، عربی زبان سے ناواقف ہیں، غلط عقائد، نظریات اپنا کر دین اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ ان کے دین کا ہمارے دین اسلام سے کچھ لگاؤ نہیں ہے، نہ ان کی نماز ہماری نمازوں کی طرح ہے اور نہ ہی ان کا حج اور روزہ ہمارے حج اور روزہ کی مانند ہے، بلکہ مسئلہ توحید میں بھی ان کا راستہ جداگانہ ہے۔ اہل قرآن منکرین حدیث کا یہ گروہ ہندوستان میں ظاہر ہوا۔ اب اس کے بڑے اثرات مضر اور سوریات تک پہنچ

ولزم رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وتبليتة قال جابرو مخن
 نقول لبيك اللهم لبيك بالبح
 نصرخ صواخا نساننو ي الآ
 العج مفردًا لا نخلطه بعمره
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیك
 پکارتے رہے۔ حضرت جابر بیان کرتے
 ہیں کہ ہم لبيك اللهم لبيك بالبح کے کلمات
 بلند آواز سے کہتے رہے۔ ہمارا ارادہ
 صرف حج کا تھا عمرہ کا نہ تھا۔ ایک روایت

دبقیہ حاشیہ ص ۷ چکے ہیں ان کی کتابیں گمراہ کن ہیں کفی اللہ المسلمین
 شر الفریقین -

لہ معلوم ہوا کہ لبیك نبوی پر الفاظ کا اضافہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اضافہ کرنے
 والے پر آپ نے انکار نہیں کیا، لیکن بعد کا جملہ کہ آپ نے اپنے لبیك کے کلمات کا
 ہی التزام رکھا پتہ دے رہا ہے کہ افضلیت اسی میں ہے کہ اضافہ نہ کیا جائے۔ امام مالک
 شافعی اسی طرف گئے ہیں مسند احمد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے الفاظ پر بند رہا جائے، اگرچہ اس قول کی سند کو بعض معاصر علماء نے صحیح کہا ہے؛ تاہم سند
 میں مختلط راوی ہے۔ نسائی میں ابو ہریرہ سے مروی حدیث میں آپ کے لبیك میں لبیك
 الہ الحق کے الفاظ زیادہ ہیں۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ لبیك ذرا اصل اس پکار کا جواب ہے
 جس کے ساتھ اللہ پاک نے مخلوق کو حج کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی وساطت سے پکارا
 اور لبیك کہنے والا دراصل اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے والا ہے، جیسا کہ وہ آدمی جس
 کو گریبان سے پکڑا جائے، اپنے آپ کو سپرد کر دیتا ہے اور کھنچا چلا آتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اے
 اللہ میں بار بار تیرے حکم کو تسلیم کر رہا ہوں تیرے حکم کی اطاعت کر رہا ہوں، تیری پکار کا جواب
 دے رہا ہوں اور اس پر مداومت کر رہا ہوں۔

میں ہے کہ حج کے دنوں میں ہم عمرہ کرنے کو جانتے ہی نہ تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے صرف حج کا احرام باندھا اور حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا حضرت عائشہ جب مقام میں پہنچیں تو وہ عائشہؓ گئیں

وفی رواية لسانا لعرف العمرة
وفی اخری اهللنا اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بالحج خالصاً
لیس معہ غیرہ خالصاً وحده
قال واقبلت عائشة لعمرة حتی
اذا كانت بئر عرکت -

مکہ مکرمہ میں داخل ہونا بیت اللہ کا طواف

تو جب ہم آپ کے ساتھ چار ذی الحج کو بیت اللہ آئے اور ایک روایت میں ہے

حتیٰ اذا اتینا البیت معہ صبح
را بعتہ مضت من ذی العجۃ و

لہ احرام کے آغاز میں وہ صرف حج کا ارادہ رکھتے تھے، جبکہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حج کے مہینوں میں عمرہ کی مشروریت سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس مضمون کی حدیثیں کثرت کے ساتھ مروی ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ کی حدیث کو حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلیں، تو آپ نے فرمایا جو شخص حج عمرہ دونوں کا احرام باندھنا چاہتا ہے، تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور جو صرف عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے، تو اس کو بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ بخاری، مسلم واللفظ لہ۔
لہ رار کے کسرہ کے ساتھ تخم کے قریب ایک جگہ ہے۔ نہبایہ میں ہے کہ وہ مکہ سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ لہ عائشہؓ ہو گئی۔

کہ ہم چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد الحرام کے دروازے پر اپنی سواری کو بٹھایا اور مسجد میں داخل ہو کر رکن یعنی حجر اسود کا بوسہ لیا اور ایک روایت میں حجر اسود کا لفظ آتا ہے پھر دائیں طرف سے چلے، تین چکر تیز اور چار چکر آرام سے چلے۔

فی روایۃ دخلنا مکة عند ارتفاع الضحی فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب المسجد فاناخ راحلته ثم دخل المسجد واستلم الرکن فی روایۃ العجر الاسود ثم مضی عن یمینہ فزمعل حتی عاد الیہ ثلاثا ومشی اربعاً علی ھینۃ۔

اے اپنا ہاتھ لگایا، طواف میں ہاتھ لگانا مسنون ہے۔ (نودوی شرح مسلم) اے عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس طواف میں رکن یمان کی کو بھی ہاتھ لگایا؛ البتہ اس کا بوسہ نہیں لیا۔ بوسہ صرف حجر اسود کا لیا اور ہر چکر میں ایسے ہی کیا۔ خیال رہے کہ حجر اسود میں مسنون یہی ہے کہ اس کا بوسہ لیا جائے۔ اگر بوسہ لینا ممکن نہ ہو تو اس کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو چھڑی لگائے اور اس کو چوم لے۔ اگر یہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو اشارہ کرنا بھی کافی ہے۔ دوسرے رکنوں میں سوائے رکن یمان کے کچھ مشروع نہیں۔ اس میں بھی صرف ہاتھ لگانا ہی مسنون ہے اور ہر چکر میں جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو اس کی طرف اشارہ کیا اور اللہ اکبر کہی (بخاری)، بسم اللہ کہنے کا ذکر کسی مرفوع حدیث میں نہیں ہے۔ ہاں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ وہ جب حجر اسود کے پاس پہنچ کر حجر اسود

بلیقہ حاشیہ ص ۷۳

کا بوسہ لیتے تو بسم اللہ واللہ اکبر کہتے۔ (دبیقی - ۷۹/۵)

سند صحیح ہے اس موقوف حدیث کے بارے میں علامہ ابن القیم کو وہم ہو گیا ہے۔ جب کہ انہوں نے اس کو طبرانی کی مرفوع حدیث قرار دیا، حالانکہ اس نے بھی موقوف ہی روایت کیا ہے گا ذکر الحافظ فی التلخیص ہم نے وہم کو بیان کرنا نہ درمی سمجھا تا کہ سنت صحیحہ کے ساتھ غیر صحیحہ کی آمیزش نہ ہو جائے۔

۳ قریب قریب قدم رکھ کر تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ عربی میں اسی کو خبب کہتے ہیں۔ ۴ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طواف اضطباع کی حالت میں کیا۔ اضطباع کی تعریف چادر کے دائیں طرف کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالا اس کو ڈھانپ رکھا اور دائیں کندھے کو ننگا رکھا۔ (قاموس، طواف سے فارغ ہو کر آپ نے اضطباع ختم کر کے چادر کو برابر کر دیا۔

اثر م کہتے ہیں کہ پہلے تین چکروں کے بعد ہی چادر کو برابر کر لینا چاہیئے پہلا قول ظاہر حدیث کے مطابق ہے۔

ابن قدامہ فی المغنی

پھر آپ مقام ابراہیم کی طرف گئے۔ آپ نے بلند آواز کے ساتھ لوگوں کو سنا ہوتے وانخذوا من مقام ابراہیم مصلىٰ کی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر مقام ابراہیم کے سامنے دو رکعت نفل ادا کئے ان میں قل هو الله احد قل یا تمہا الکفرون سورتیں تلاوت فرمائیں اور ایک روایت میں قل یا تمہا الکفرون اور قل هو الله احد کا ذکر ہے، پھر آپ زمزم کی جانب گئے۔ وہاں سے پانی پیا اور سر پر بھی گرایا پھر حجر اسود کی طرف واپس لوٹے، تو اس کا بوسہ لیا۔

ثم نفذ الى مقام ابراهيم عليه السلام فقرأ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى، ورفع صوته لسمع الناس فجعل المقام بينه وبين البيت فضلى ركعتين قال فكان يقرء في الركعتين قل هو الله احد قل يا ايها الكفرون وفي رواية وقيل هو الله احد ثم ذهب الى زمزم فشرب منها وصب على راسه ثم رجع الى الركن فاستلمه۔ اور سر پر بھی گرایا پھر حجر اسود کی طرف واپس لوٹے، تو اس کا بوسہ لیا۔

صفا، مروہ پر وقوف

پھر دروازے سے اور ایک روایت میں صفا کے دروازے سے صفا کی جانب نکلے، جب صفا کے قریب پہنچے تو آپ نے ان الصفا والسرود من شعائر الله آیت تلاوت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا میں اس سے ابتدا

ثم خرج من الباب وفي رواية باب الصفا الى الصفا فلما دنا من الصفا قرء ان الصفا والسرود من شعائر الله، ابدء وفي رواية ببدء بما بدء الله به فبدء بالصفا

(۱) حاشیہ اگلے صفحہ پر

کرتا ہوں جس سے اللہ نے ابتدا کی ہے،
 اور ایک روایت میں صیغہ جمع ہے کہ ہم
 اس سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ
 نے ابتدا کی ہے تو آپ اولاً صفا پر طے
 بیت اللہ کا مشاہدہ کرتے ہی منہ اس
 کی جانب کیا۔ اللہ کی توحید بیان کی اس
 کی تکبیر و تہمید کرتے رہے اور یہ کلمات
 کہے لا الہ الا اللہ وحده لا شریک
 له له الملك وله الحمد وهو على
 کل شیئ قدیر لا الہ الا اللہ وحده
 لا شریک له اور فرمایا کہ اس نے اپنا
 بندہ پورا کر دیا اپنے بندے کو کامیاب کیا اور اکیلے نے سب جماعتوں کو مغلوب کر دیا،
 پھر آپ نے دعا فرمائی اور ان کلمات کو تین بار دہرایا۔

ترقی علیہ حتی رأى البیت
 فاستقبل القبلة فوحد الله
 وكبره ثلاثا وحمده وقال لا
 اله الا الله وحده لا شریك
 له له الملك وله الحمد یحیی و
 یمیت وهو على كل شیئ قدیر
 لا اله الا الله وحده لا شریك
 له انجز وعده ونصر عبده
 وهزم الاحزاب وحده ثم
 دعا بین ذلك وقال مثل هذا
 ثلاث مرآت۔

حاشیہ ۷۵ دارقطنی کی روایت میں ابداء و الامر کا صیغہ آیا ہے، چونکہ یہ شاذ
 ہے اس لئے میں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن دقیق العید (المم) ر ق ۲/۶ میں
 پہلی دونوں روایتوں کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اکثر رواۃ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ حافظ
 ابن حجر نے تلخیص (۲۱۴) میں بھی ان سے نقل کر کے اس کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ دونوں
 روایتوں میں حدیث کا مخرج ایک ہے؛ چنانچہ امام مالک، سفیان ثوری، یحییٰ بن سعید،

ثم نزل ما شيا الى المروة حتى اذا انصبت قد ماہ الى بطن الوادي سعی حتى اذا صعدتا یعنی قد ماہ الشق الاخر بشی حتى اتی المروة فرقی علیہما حتى نظر الی البیت ففعل علی المروة کما فعل علی الصفا۔

پھر آپ اتر کر مروه کی جانب چلنے لگے جب آپ کے پاؤں وادی کے درمیان میں پہنچے، تو آپ نے دوڑنا شروع کیا۔ جب آپ کے سامنے چڑھائی آئی، تو آپ حسب سابق چلنے لگے اور مروه پر چڑھ گئے، بیت اللہ کا مشاہدہ کیا اور جو اعمال صفا پر کئے تھے وہی مروه پر بھی کئے۔

(بقیہ حاشیہ ص) صیغہ جمع متکلم بندر ذکر کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ یہ رواة دیگر رواة اُبرد ذکر کرنے والوں سے اخفط ہیں۔

لے احزاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو خندق میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اس میں آپ بلا لڑائی کامیاب ہوئے۔ اللہ پاک نے آپ کو غالب فرمایا۔

لے اعتراض: یہ حدیث پتہ دے رہی ہے کہ صفا، مروه کے درمیان آپ پیدل چلے تھے جبکہ ایک دوسری روایت جو مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا تاکہ آپ اونچے ہوں اور لوگ آپ سے سوالات کر سکیں۔ آپ کو دیکھ سکیں اس لئے کہ لوگوں نے آپ کو ڈھانپ لیا تھا۔ (جواب) اتنی بات تو صاف ہے کہ آپ نے صفا، مروه کے درمیان ایک بار طواف کیا۔ طواف زیارت کے بعد آپ نے صفا، مروه کے درمیان سعی نہیں کی۔ پس مطابقت کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اولاً آپ پیدل طواف کر رہے تھے جب اثر دہام زیادہ ہو گیا، تو آپ اونٹ پر سوار ہو گئے۔

حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے احرام باندھنے کا حکم دینا

حتی اذا كان اخر طوافه و فی
ردایة كان السابغ علی المروة
فقال یا ایها الناس لوانی
استقبلت من امری ما استدرت
جب آپ کا آخری چکر تھا اور ایک ولایت
میں جب آپ کا ساتواں چکر مروہ پر تھا
، تو آپ نے فرمایا اگر میں اس چیز کو پہلے
معلوم کر لیتا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا

لے اس سے ان لوگوں کی تردید سبوری ہے جو کہتے کہ آپ نے چودہ چکر لگائے۔

حافظ ابن القیم کا قول | آپ کے متعلق یہ کہنا درست نہیں ہے کہ آپ
نے چودہ چکر لگائے۔ کسی صحابی نے آپ سے

اس کو نقل نہ فرمایا اور نہ ہی مشہور ائمہ سے کوئی امام اس کا قائل ہے؛ البتہ بعض
متاخرین جو ائمہ کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔ ان کا قول مروی ہے، لیکن اس قول کے
بطلان کے لئے بس اتنی بات ہی کفایت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی سعی کا اختتام مروہ پر ہوا۔ اگر جانے آنے کو ایک چکر سمجھا جائے تو پھر اختتام
صفا پر ہونا چاہیے تھا (زاد المعاد)

خیال رہے کہ احناف کا قول سنت کے موافق ہے، جیسا کہ علامہ
سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء (۱/۲/۸۶۶) میں اس کو بالوضاحت
ذکر کیا ہے اور دوسرا قول اس قدر ضعیف ہے کہ وہ قابل التفات
نہیں ہے جس میں چودہ چکروں کا ذکر ہے

لم استق الہدی وجعلتہما
 عمرۃ فمن کان منکم معاً
 ہدی فلیحل ویجعلہا عمرۃ
 وفی روایۃ فقال احلوا
 من احرامکم فطوفوا بالبيت
 و بین الصفا والمرودۃ وقصراً
 واقیموا عللاً حتی اذا کان
 یوم الترویۃ فاهلوا بالحدیح -
 واجعلوا لتی قد متم بہا متعۃ
 فقام سراقۃ بن مالک بن حنظل
 وهو فی اسفل المرودۃ فقال
 ہے تو میں قربانی ساتھ نہ لے جاتا اور عمرہ
 کر لیتا۔ پس تم میں سے جس کے ساتھ قربانی ہے
 وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور ایک روایت
 میں ہے آپ نے فرمایا کہ تم بیت اللہ کا
 طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر کے
 حلال ہو جاؤ، سر کے بال ترشواؤ اور
 حلال رہو، پھر یوم الترویہ آٹھ فضی الحج
 کو حج کا احرام باندھو اور تم نے حج مفرد کو عمرہ
 بنانا سو گا۔ مروہ سے نیچے کھڑے سراقہ
 بن مالک نے دریافت کیا یا رسول اللہ
 کیا ہمارے لئے عمرہ کرنا اور ایک روایت

لے تمتع کرنے والے کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ بالوں کو کٹوائے، منڈانا درست نہیں ہے
 ہاں حج کے مناسک سے فارغ ہو کر دسویں ذی الحج کو بالوں کو منڈائے جیسا کہ شیخ الاسلام
 ابن تیمیہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر منڈانے والوں کے لئے تین بار
 مغفرت کی دعا کرنا اور کترانے والے کے لئے ایک بار کرنا غیر متمتع کے لئے ہے
 اور اس کے لئے جو صرف عمرہ کر رہا ہے۔ پس حنفیہ کا کہنا کہ متمتع کے لئے سر منڈانا
 افضل ہے، درست نہیں ہے۔ یہ یعنی تم نے حج افراد کا احرام باندھا تھا، اس کو
 چھوڑ کر عمرہ ادا کرو، تو تمہارا تمتع ہو جاتے گا۔ حدیث میں عمرہ پر تمتع کا اطلاق مجازاً
 ہو رہا ہے، ان کے درمیان مناسبت ظاہر ہے۔ (فتح الباری)

میں ہمارا متع کرنا اس سال کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لئے اجازت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔ آپ نے تین بار فرمایا نہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حج عمرہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔

یا رسول اللہ اذ عیت عموتنا و فی لفظ متعتنا ہذا لعا منا ہذا ام لا بد قال فشبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصابعہ واحدۃ فی اخری وقال دخلت العمرة فی الحج الی یوم القیمة لا بل لا بد لا بل لا بل لا بل ثلاث مرات -

جمہور علماء اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے جبکہ جاہلیت میں اس کو ناجائز سمجھا جاتا تھا بعض کہتے ہیں کہ قرآن کرنا جائز ہے، یعنی عمرہ کے افعال حج کے افعال میں داخل ہیں۔ بعض کہتے ہیں عمرہ کا وجوب ساقط ہو چکا ہے لیکن یہ قول کمزور ہے۔ اس لئے بلا دلیل کسی حکم کو فسخ قرار دینا صحیح نہیں بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک حج کو عمرہ کے ساتھ فسخ کرنا جائز ہے۔ یہ معنی بھی کمزور ہے۔

۱۰ امام نووی کا قول

حافظ ابن حجر، امام نووی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سوال کا سابق و سابق تو فسخ کرنے کے معنی کو تقویت پہنچا رہا ہے، البتہ جواب میں عمومیت سے تیسرے معنی کے علاوہ تمام معانی کو شامل ہے۔ (فتح الباری، (باقی اگلے صفحہ پر)

حافظ ابن حجر کا ارشاد

بیتہ خیال رہے کہ حج کو فسخ کرنے اور عمرہ کا ارادہ کرنے کی روایت چودہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور سب کی حدیثیں صحیح ہیں۔ ان روایات کو حافظ ابن القیم نے زاد المعاد (۱/ ۲۸۲-۲۸۶) میں ذکر کیا ہے۔ نیز بیان کیا ہے کہ یہی قول ابن عباس کا ہے امام احمد اور اہل حدیث کا مذہب یہی ہے اور یہی مذہب حق ہے جس میں کچھ شبہ نہیں نیز ابن القیم نے مخالفین کے شبہات کا بھی جواب دیا ہے۔ دیکھئے زاد المعاد (۱/ ۲۸۶-۳۰۳) یاد رکھیں کہ حضرت سراقہ کی حدیث واضح ثبوت ہے کہ ابوداؤد میں مروی حدیث کہ بلال مزنی نے عرض کیا یا رسول اللہ! حج کا فسخ ہمارے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے، آپ نے فرمایا ہمارے لئے خاص ہے، صحیح نہیں ہے، بلال کی حدیث کو کیسے صحیح سمجھا جاسکتا ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو چکا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حج کے ایام میں عمرہ کرنے کی اجازت ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں بھی اسی طرح کا سوال کیا گیا تھا جیسا کہ بلال کی حدیث میں سوال ہوا کیا ہمارا عمرہ کرنا اس سال کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے علاوہ ازیں بلال سے مروی حدیث معلول ہے۔ سند میں عارت راوی مجہول ہے۔ اسی بنا پر امام احمد بن حنبل، ابن حزم، ابن القیم نے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے الاحادیث الضعیفہ (رقم ۱۰۰۰) البتہ مسلم وغیرہ میں ابودر سے منقول روایت میں مذکور ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ کرنا ان کے ساتھ خاص تھا۔ اس حدیث کے معارض ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابودر کی حدیث موقوف ہے صحیح مرفوع حدیث کی معارض نہیں ہو سکتی۔ پھر اسی حدیث کے مضمون کی موافقت ایک بھی محدث نہیں کر رہا ہے جہاں تک ہمارا علم ہے ہم تو تمام علماء کو اس پر متفق سمجھتے ہیں کہ حج کے ساتھ عمرہ کرنا ناجائز ہے ناجائز کبنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، جبکہ ارشاد خداوندی ہے فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى (جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ حاصل کرے وہ قربانی کرے)۔

عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں ہمارے دین کے متعلق اس طرح آگاہ فرمائیں کہ گویا کہ ہم ابھی پیدا ہوتے ہیں۔ آپ فرمائیں کہ آج جو ہم عمل کر رہے ہیں کیا ہمارا عمل پہلے لکھا جا چکا ہے۔ تقدیر میں قلمیں چل چکی ہیں یا ہمارا عمل کرنے کے بعد مستقبل میں لکھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا آپ کا عمل تقدیر کی نوشتہ کے مطابق ہے۔ عرض کیا پھر عمل وسعی کس لئے؟ آپ نے فرمایا عمل کرتے ہو ہر شخص جس کے لئے سرشت کیا گیا ہے اسی کی توفیق دیا جائے گا۔ حضرت بیان کرتے ہیں، ہمیں حکم دیا گیا کہ جب ہم حلال ہو جائیں تو قربانی کریں۔ ایک قربانی میں ایک جماعت شریک ہو سکتی ہے، چنانچہ ایک اونٹ میں سات افراد شریک ہوں اور جس کے پاس قربانی نہیں ہے، وہ تین روزے رکھے، راوی نے دریافت کیا کہ ہمارا حلال ہونا کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا مکمل حلال ہونا۔ چنانچہ آپ کا یہ ارشاد ہم پر گراں گزرا اور ہمارے دلوں نے تنگی محسوس کی۔

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قال يا رسول الله بين لنا ديننا كما ناخلقنا الان فيما العمل اليوم؟ انيما جفت به الاقلام وجرت به المقادير او فيما نستقبل؟ قال لابل فيما جفت به الاقلام وجرت به المقادير قال فنيما العمل اذا قال اعملوا فكل ميسر لما خلق له قال جابر فامرنا اذا خلقنا ان نهدى ويجمع النفس منا في الهدى كل سبعة منا في بدنة فمن لم يكن معه هدى فليصم ثلثة ايام وسبعة اذا رجع الى اهله قال فقلنا هل ماذا؟ قال الحل كله قال فكبر ذلك علينا وضائق به صدورنا. نہیں ہے، وہ تین روزے رکھے، راوی نے دریافت کیا کہ ہمارا حلال ہونا کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا مکمل حلال ہونا۔ چنانچہ آپ کا یہ ارشاد ہم پر گراں گزرا اور ہمارے دلوں نے تنگی محسوس کی۔

بطحا میں اترنا؛

راوی نے بیان کیا کہ ہم سنگریزوں والی وادی میں اترے تو لوگ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ آج ہم کیسے اپنی بیویوں کے ساتھ ملاقات کریں جبکہ ہم حج ادا کرنے کو گھر سے نکلے تھے حج کے علاوہ ہمارا کچھ ارادہ نہ تھا اب جبکہ عرفہ میں قیام کرنے کے درمیان چار یا پانچ روز باقی ہیں تو ہمیں اجازت دے دی گئی ہے کہ ہم عورتوں کے ساتھ ملاپ

قال فخرجنا الى البطحاء قال
فجعل الرجل يقول عهدي
باهلى اليوم قال فتذاكرنا
بيننا فقلنا خرجنا حجاجاً لا نريد
الا الحج ولا ننوي غيرا حتى
اذالم يكن بيننا وبين عرفة
الا اربع وفي رواية الا خمس
ليال امرنا ان نفضى الى النساءنا

(حاشیہ ص ۷۷) دوسری حدیث میں زائد الفاظ ہیں کہ سعادت مند سعادت کی توفیق دینے
بائیں گے اور بدبخت بدبختی کی طرف دھکیلے جائیں گے، پھر آپ نے ذیل کی آیت تلاوت فرمائی؛
فاما من اعطى والتقى وصدق بالحسنى فسنيسره لليسرى واما من مجمل واستغنى وكذب
بالحسنى فسنيسره للحسرى -

اے مکہ سے مشرق کی جانب وسیع ندی ہے جس میں چھوٹے چھوٹے پتھر بڑے ہوئے ہیں۔ اے صحابہ
نے حلال ہونے کے حکم کو بنظر کراہت دیکھا اگرچہ کچھ صحابہ آپ کے حکم کے بعد حلال تو ضرور ہو گئے، لیکن
ان کے لوں میں برابر دوسو رہا، جبکہ بعض صحابہ حلال نہ ہوئے، وہ آپ کے اس خطبہ کے بعد حلال
ہوئے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے اس میں آپ نے فرج پر بہت زور دیا پھر سب حلال ہو گئے۔

کر سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جب ہم عرض پہنچیں گے تو عورتوں کے ساتھ مجامعت کے قرب کی وجہ سے گویا ہمارے ذکر منی کے قطرے بہا رہے ہوں گے۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت جابر ہاتھ دھوا کر ذکر کی کیفیت بیان کر رہے تھے، تو ہم کیسے متعزیز کریں کہ ہم حلال ہو جائیں، حالانکہ ہم نے توجیح کا احرام باندھا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ ہماری یہ باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچ گئیں، لیکن ہمیں یہ علم نہیں کہ آپ کو ان باتوں کا علم آسمان والے کی طرف سے ہوا یا لوگوں نے آپ کو بتایا۔

فناقی عرفۃ تقطر مذاکیرنا
المئی من النساء قال یقول
جابر بیدہ قال الراوی
کافی النظر الی قولہ بیدہ
یحرکہما قالوا کیف نجعلہما متعہ
وقد سمینا الحج قال فیبلغ ذالک
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما ندری
ابغض شیئی من السماء ام شیئی
بلغہ من قبل الناس
گئیں، لیکن ہمیں یہ علم نہیں کہ آپ کو ان باتوں کا علم آسمان والے کی طرف سے ہوا یا لوگوں نے آپ کو بتایا۔

حج کے فسخ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب

آپ نے حج کو فسخ کرنے کا حکم دیتے ہوئے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا کہ لوگو! کیا بخند اتم جانتے نہیں ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا

فما فخطب الناس فحمد اللہ
واثنی علیہ فقال ابا اللہ تعلمون
ایہا الناس!؟ قد علمتم انی اتقاکم
للہ واحدکم وابرکم افعلوا

لے عورتوں کے ساتھ مجامعت کا قریب زمانہ مراد ہے۔

اور سچ بولنے والا اور نیکو کار ہوں۔ پس تم وہ کام کرو جس کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا، لیکن اس وقت تک میں محرم رہوں گا، جب تک کہ قربانی کے ذبح کا وقت نہ آجائے اگر میں اس چیز کو پہلے معلوم کر لیتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوتی تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا پس تم حلال ہو جاؤ۔ راوی نے بیان فرمایا کہ ہم عورتوں پر واقع ہونے خوشبو استعمال کی۔ احرام کے کپڑوں کے علاوہ دوسرے کپڑے زیب تن کئے۔ آپ کے ارشاد پر سماع و طاعت بجالائے، چنانچہ تقریباً سب لوگ حلال ہو گئے اور انہوں نے سر

کے بال کٹوائے البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کے ساتھ قربانی تھی وہ حلال نہ ہوئے۔ راوی نے بیان فرمایا کہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ کے پاس قربانی تھی۔

ما امرکم بہ فانی لولا ہدی لجلت کما تھلون ولکن لا یمیل منی حرام حتی یبلغ الھدی محلہ ولوا استقبلت من امری ما استدرت لم استق الھدی فحلوا قال فواقعنا النساء و تطیبنا بالطیب و لبسنا ثیابنا و سمعنا و اطعنا فحل الناس کلھم و قصر و الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم و من کان معہ ہدی قال و لیس مع احد منھم ہدی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و طلحۃ۔

لے یہ بات حضرت جابر اپنے علم کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں، وگرنہ ان کے علاوہ بھی حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ابو بکر، عمر اور صاحب ثروت لوگوں کے ساتھ قربانیاں تھیں اور حضرت اسماء کے قول کے مطابق حضرت زبیر کے ساتھ بھی قربانی تھی مسلم (۴/۳۰-۵۵) ظاہر ہے کہ ایک چیز کو جاننے والا نہ جاننے والے پر فوقیت رکھتا ہے اور مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے وہ اپنے علم کے پیش نظر لکھتا ہے۔ فتح الباری (۳/۴۷۳)

حضرت علی کا یمن سے آنا اور آپ کے احرام کی مثل احرام باندھنا

اور حضرت علی یمن سے (جہاں وہ صدقات کے اکٹھا کرنے پر مامور تھے) بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانیاں لاتے تھے، اس نے دیکھا کہ فاطمہ حلال ہو چکی ہے اس نے بالوں کو کنگھی کر رکھی ہے، سر نہ لگا رکھا ہے اور رنگہ لگا کر پٹے پہن رکھے ہیں۔ حضرت علی نے اس کا یہ حال دیکھا تو اسے ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے؟ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا میرے آبا نے مجھے اس کا حکم دیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ

و قد مر علی من سعایتہ
من الیمن ببدن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فوجد فاطمۃ
رضی اللہ عنہا من حل تریجت
ولبست ثیاباً صبیغاً واکتلمت
فانکر ذالک علیہا وقال من
امرک بہذا فقلت ان ابی
امرنی بہذا قال فکان علی
یقول بالعراق فذهبت الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے سوال: حضرت علی یمن میں صدقات کے فراہم کرنے پر متعین تھے اور جو اونٹنیاں وہ وہاں سے لاتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ صدقہ کی ہیں، حالانکہ یہ بات پایہ تحقیق تک پہنچ چکی ہے کہ صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کے لئے جائز نہیں۔ جواب: ضروری نہیں کہ صرف صدقات کی فراہمی پر ہی متعین ہوں، لیکن ہے کہ صدقات کی فراہمی کے علاوہ دیگر انتظامی امور بھی سرانجام دیئے ہوں، اس پر ان کو غیر صدقہ سے مشابہہ میں ملی ہوں۔ کما قال القاضی عیاض اور پھر سعایہ کا لفظ صدقات کی ملازمت کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مطلق ملازمت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی)

حضرت علی عراق میں مقیم ہونے کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ میں فاطمہؑ پر خفگی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فاطمہؑ تو کس طرح سچ دُھج کر بیٹھی ہے اس نے جواب دیا کہ میرے آبا نے مجھے حکم دیا ہے میں اس کی بات کو غلط سمجھتا ہوں اور آپ سے فتویٰ حاصل کرنے آیا ہوں۔ آپ نے تین بار فرمایا کہ فاطمہؑ سچ کہتی ہے، وہ سچی ہے، وہ سچی ہے میں نے ہی اس کو اس کا حکم دیا تھا۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی سے دریافت کیا آپ نے کس نیت سے حج کا احرام باندھا؟ حضرت علی نے جواب دیا میں نے احرام باندھتے وقت کہا تھا کہ میرا احرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مانند ہے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ تو قربانی ہے پس تو نے محرم رہنا ہو گا تو مجھے حلال نہیں ہو سکتا جو قربانیاں حضرت علیؑ سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے لائے تھے ان کی تعداد ایک

محرشا علی فاطمۃ لذلذی صنعت مستقیماً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما ذكرت عنہ، فاخبرته انی انکرت ذالک علیہا فقالت ابی امرنی بهذا فقال صدقت صدقت انا امرتہا بہ قال جابر وقال لعلی ماذا قلت حین فرضت الحج؟ قال قلت اللہم انی اهل بما اهل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان معی الہدی فلا تحم و امکت حراماً کما انت قال فكان جماعۃ الہدی الذی قدم بہ علی من الیمن والذی اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ مائتہ بدنۃ قال فحل حضرت علیؑ سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے لائے تھے ان کی تعداد ایک

سو تھی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کے پاس قربانی تھی کے علاوہ سب لوگ حلال ہو گئے اور انہوں نے بال کٹوائے۔

الناس كلهم وقصر
الا لبني صلى الله عليه وسلم
ومن كان معه هدي -

آٹھویں الحج کا احرام باندھ کر منیٰ کی طرف جانا

جب فجر الحج کی آٹھویں تاریخ تھی تو مکہ مکرمہ کو الوداع کہہ بطحا سے حج کا احرام باندھ کر منیٰ کی جانب روانہ ہوتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے ہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رو رہی ہیں۔ آپ نے دریافت کیا، کیا بات ہے؟ عائشہ نے جواب دیا میں حالتہ ہو گئی

فلما كان يوم الترويه وجعلنا
مكة بظهم توجهوا الى منى فاهلوا
بالحج من البطحاء قال ثم دخل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
على عائشة رضى الله عنها فوجدها
تبكي فقال ما شانك قالت شاني
اني قد حضرت وقد حل الناس

لے امام نووی فرماتے ہیں اگرچہ یہ جملہ عام ہے، لیکن خصوصاً کا محتمل ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہ کے پاس قربانی بھی نہ تھی اور وہ بوجہ حیض کے حلال بھی نہ ہو سکیں۔ ازواج مطہرات میں سے کسی کے ساتھ قربانی نہ تھی، اس لئے وہ سب حلال ہو گئیں۔ (مسلم)

لے امام نووی فرماتے ہیں کہ یوم الترویہ سے پہلے منیٰ کی طرف جانا مسنون نہیں ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ بعض علماء اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے؛ جبکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ خلاف سنت ہے۔

لوگ حلال ہو گئے، میں حلال نہ ہو سکی، اس لئے کہ میں بوجہ حیض کے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی اب لوگ حج کرنے جا رہے ہیں۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا حیض کا آجانا ایک ایسا امر ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر مسلط کر دیا ہے۔ پس غسل کر کے حج کرو اور حجاج جو اعمال کر رہے ہیں، تمہیں بھی ان کے کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ نہ تو نے بیت اللہ کا طواف کرنا ہوگا

و لم احلل ولم اطف بالبيت
والناس يذهبون الى العج
الآن فقال ان هذا امر كتب
الله على بنات ادم فاغتسلي
ثم اهلي بالحج ثم حجي واضعي
ما يضع الحاج غير ان لا تطوفي
بالبيت ولا تصلي^{عليه} ففعلت
وفي رواية فنسكت المناسك
غير انها لم تطف بالبيت و

لے معلوم ہوا کہ حائضہ قرآن پڑھ سکتی ہے، اس لئے کہ قرآن پاک کی تلاوت تو حج کے افضل ترین اعمال سے ہے، جبکہ آپ نے نماز، طواف کے علاوہ تمام اعمال کی اجازت دے رکھی ہے۔ اگر اس کے لئے قرآن پاک کی تلاوت ناجائز ہوتی تو اس کی بھی نماز کی طرح وضاحت فرمادیتے، بلکہ تلاوت قرآن کے حکم کو بیان کرنا زیادہ ضروری تھا، اس لئے اس کی اس حرمت پر نہ تو نص دال ہے اور نہ ہی اجماع امت سے اس کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جب نماز سے منع کر دیا اور تلاوت قرآن سے منع نہ کیا، حالانکہ وقت کا تقاضا تھا کہ اس کو بیان کیا جائے تو نہ بیان کرنا اس پر دال ہے کہ حائضہ کے لئے قرآن پاک کی تلاوت کرنا جائز ہے، لیکن حدیث (کہ حائضہ اور جنبی قرآن پاک کی تلاوت نہ کریں) ضعیف ہے۔ امام احمد نے اس کو باطل کہا ہے تفصیل کے لئے دیکھیں ارواء الغلیل (رقم ۱۹۱) یسر اللہ امتاً۔

اور نہ ہی نماز ادا کر نی ہوگی، چنانچہ حضرت عائشہ نے حج کے تمام مناسک ادا کئے، لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے آپ نے منیٰ میں اور ایک روایت میں ہے، ہمیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کی نماز پڑھانی۔ فجر کے بعد آپ کچھ عرصہ رُکے۔ جب سورج نکل آیا تو آپ نکلے اور آپ نے بالوں کے خیمہ کے متعلق حکم دیا چنانچہ آپ کے لئے نمرہ میں خیمہ لگا دیا گیا۔

رُكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّى بِهَا لِعَنَى مَنَىٰ وَفِي رِوَايَةٍ بِنَا الظَّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَتَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمْرًا بِقَبْرَةٍ لَهُ مِنْ شَعْرٍ تَضْرِبُ لَهُ بِمَهْرَةٍ -

عرفات کی جانب روانہ ہونا اور نمرہ میں اترنا

جب آپ منیٰ سے روانہ ہوئے تو قریش کو یقین تھا کہ آپ مزدلفہ مشعر الحرام میں رُک جائیں گے، وہیں آپ کا ٹھہرنا ہوگا، جیسا کہ قریش جاہلیت میں وہاں ٹھہرتے تھے، لیکن رسول اللہ

فَسَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشْكُ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَقَفَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَكُونُ مِنْزَلُهُ ثُمَّ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَضَعُ فِي

لہ ان مقامات میں سوار ہو کر جانا پیدل چلنے سے افضل ہے۔ (نودی) لہ منیٰ میں رات گزارنا مسنون ہے، وہاں سے سورج نکلنے کے بعد لوٹنا چاہیے۔

صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آگے چل دیتے یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچ گئے، وہاں آپ نے دیکھا کہ نمرہ میں آپ کے لئے خیمہ لگایا گیا ہے۔ آپ نے وہاں نزول فرمایا۔ سوچ کے زوال کے بعد آپ نے حکم دیا کہ قصوار اونٹنی پر پالان رکھا جائے؛ چنانچہ اس کو آپ کے لئے تیار کیا گیا، آپ اس پر سوار ہو کر

الجاهلیۃ فاجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی عرفۃ فوجد القبۃ قد ضربت لہ بمنزۃ فنزل بہا حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت لہ فركب حتی اتی بطن الوادی۔
بطن وادی پہنچے۔

عرفات کا خطبہ

لہ دور جاہلی میں قریش مشعر الحرام میں وقوف کرتے تھے۔ مشعر الحرام مزدلفہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے جس کو قروح کہتے تھے۔ قریش کے علاوہ دیگر عرب لوگ مزدلفہ سے گزر کر عرفات میں وقوف کرتے۔ اس لحاظ سے قریش کو یہ خیال گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسب عادت قریش مشعر الحرام میں وقوف کریں گے، اس سے آگے نہیں جائیں گے۔ لیکن آپ عرفات پہنچے، اس لئے کہ اللہ پاک نے وہاں جانے کا حکم دیا تھا اور قریش مزدلفہ میں اس لئے وقوف کرتے تھے کہ مزدلفہ حرم میں ہے اور قریش مدعی تھے کہ ہم حرم والے ہیں اس لئے ہم وہاں سے آگے نہیں جائیں گے۔ لہٰذا امام نووی فرماتے ہیں کہ عرفات سے مراد وہ سب جگہ ہے جو عرفات کے قریب ہے جیسا کہ نمرہ میں آپ کے لئے خیمہ لگایا گیا تھا، سالانہ نمرہ عرفات سے نہیں ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

آپ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسا کہ تمہارے اس دن کو حرمت حاصل ہے خبردار اجابلیت کی تمام چیزوں کو میرے قدموں کے نیچے ختم کر دیا گیا ہے اور اجابلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے ہیں اور اپنے خونوں میں سے جس خون کو سب سے پہلے میں معاف کرتا ہوں، وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جو بنو سعد قبیلہ میں دو دھڑ پلایا گیا تھا۔ بنو ہذیل نے اس کو قتل کر دیا تھا۔ نیز جاہلی دور کے تمام سودوں کو ختم کر رہا ہوں اور سب سے اول میں عباس بن عبد المطلب کے سود کو ختم کرنا ہوں۔ پس تم

فمخبط الناس وقال ان دماءكم واموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا الا دان كل شيء من امر الجاهلية تحت قدمي موضوع ودماء الجاهلية موضوعة دان اول دام اضع من دماء دم ابن ربيعه بن حارث كان مسترضعاً في بني سعد فقتله هذيل وريال جاهلية موضوع واول ربا اضع من ربانا رباعباس بن عبد المطلب فانه موضوع كله فاتقوا الله في النساء

(باقی حاشیہ ص ۹۱) کہ اس سے مراد وادیِ عرند ہے، وہ عرفات سے نہیں ہے (نوی)، لہٰذا اس المال سے زائد مال مراد ہے، اصل مال مراد نہیں ہے، یعنی زائد مال معاف کرو اور اصل مال وصول کرو۔ ارشادِ خداوندی ہے (وان تبتم فلکم رؤس ماموالکم) اگر تم سود سے توبہ کرو، تو تمہیں اصل مال ملے گا۔

فانکم اخذتموهن بائمانۃ اللہ
 واستعلتکم فروجهن بکلمۃ اللہ
 وان لکم علیہن ان لا یوطنن فرشکم
 احدًا تکرهونہ فان فعلن ذالک
 فاضربوهن ضربًا غیر مبرح
 ولہن علیکم ذقہن وکسوتہن

تم عورتوں کے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار
 کرو، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ اپنے
 قبضہ میں کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ
 کے کلمہ کے ساتھ حلال گردانا ہے پس تمہارا
 ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے
 شخص کو نہ بیٹھنے دیں جس کو تم بُرا جانتے ہو اگر

لہ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی رغبت دلائی گئی ہے۔ ان سے بچنے کے مضمون کی حدیثیں
 کثرت کے ساتھ مروی ہیں، تفصیل کے لئے دیکھیں (الترغیب للندری، والریاض الصالحین للندوی)
 لہ عورتوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ تمہارے گھروں میں داخل ہونے اور بیٹھنے کی اجازت
 ایسے لوگوں کو دیں جن کے گھر میں آنے کو تم مکروہ جانتے ہو، خواہ اجنبی مرد ہو یا عورت خواہ
 عورت کے محرم رشتہ داروں میں سے بھی کیوں نہ ہو، نہی ان تمام کو شامل ہے (ندوی،
 ۳۷ تا دسباً عورتوں کو زد و کوب کرنا اگرچہ جائز ہے، لیکن زیادہ شدت کی اجازت
 نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض
 وبما انفقوا من اموالہم فالصالحات قانتات حفظت لللغیب
 بما حفظ اللہ والتی تمخفون نشوزھن فخطوھن واهجر وھن
 فی المضاجع فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا ان اللہ کان
 علیاً کبیراً

وہ ایسا کریں تو ان کو سخت تادیب کرتے ہوتے
 مار پیٹ سکتے ہو، لیکن دیکھنا کہیں ان کی ہڈی
 ٹوٹنے نہ پائے۔ اور تمہارے ذمے ان کی
 خوراک لباس کا بہتر انتظام کرنا ہے اور میں
 تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں اگر تم نے اس
 کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا تو تم کبھی گمراہ
 نہ ہو سکو گے۔ وہ کتاب اللہ ہے اور تم سے میرے متعلق
 سوال ہوگا تو تم کیا جواب دے گے؟ سب نے کہا ہم
 گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب کے
 پیغامات کو پہنچایا، اپنی ذمہ داری کو ادا کیا اور
 اپنی امت کی خیر خواہی کی اور اپنے اوپر عادلانہ
 لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے اشارہ کیا اے اللہ گواہ ہو جا۔

بالمعروف وانی قد ترکت فیکم
 ما لن تضلوا بعد ان اعظمتم
 بہ کتاب اللہ وانتم لتسألون
 وفی لفظ مسئولون عنی فما
 انتم قائلون قالوا نشہد انک
 قد بلغت رسالات ربک و
 ادیت ونصیت لامتک وقضیت
 الذی علیک فقال باصبعہ السبابة
 یرفھا الی السماء وینکتھا الی
 الناس اللهم اشہد اللهم
 اشہد۔

حقوق کو پورا کر دیا تو آپ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے فرمایا اور
 لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے اشارہ کیا اے اللہ گواہ ہو جا۔

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کس قدر صحیح ہے کہ مسلمان جب تک کتاب اللہ
 اور سنت رسول کے ساتھ تمسک اختیار رکھیں گے، کبھی گمراہ نہ ہوں گے، لیکن متاخرین مسلمان
 اکثریت کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ کر لوگوں کی آراء کو مذہب کی حیثیت
 دے کر گمراہ ہو گئے اور ذلیل ہو گئے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی
 جو بات ائمہ کی آراء کے موافق ہو اس کو قبول کر لیتے ہیں اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔
 (باقی اگلے صفحہ پر)

عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور وقوف کرنا

پھر بلال نے ایک اذان کہی پھر تکبیر کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر بلال نے عصر کی اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، ان کے درمیان سنتیں نہیں پڑھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصوٰء پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ آپ وقوف کی جگہ میں پہنچے۔ آپ نے اپنی اونٹنی کے بطن کو جبل رحمت کے نیچے لنگروں کی طرف اور جبل مشاء کو

ثم اذن بلال ببناء واحد
ثم اقام فصلى الظهر ثم
اقام فصلى العصر ولم يصل
بينهما شيئاً ثم ركب رسول الله
صلى الله عليه وسلم القصواء
حتى اتى الموقف فجعل
بطن ناقته القصواء الى
الصخرات وجعل جبل المشاء

(بقیہ حاشیہ ص سے) یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ جو آیت یا حدیث مذہب کے خلاف ہوگی اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا۔ اللہ پاک کی رحمتیں ہوں۔ امام مالک پر انہوں نے کھلے لفظوں میں اعلان کر دیا کہ امت محمدیہ کے متاخرین جب تک متقدمین کے انداز پر کتاب سنت سے استدلال نہیں کریں گے۔ ان کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ پس مسلمانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو لوگوں کی آرزو پر مقدم کریں اور تمام معاملات میں ان کا حکم تسلیم کریں۔ لہٰذا اس سے مراد وہ چھوٹے چھوٹے لنگر کہیں جو جبل رحمت سے نیچے بھرے پڑے ہیں جبل رحمت وہ پہاڑ ہے جو عرفات کی وادئ کے درمیان واقع ہے یہی وہ مقام ہے جہاں وقوف کرنا مستحب ہے۔ عام لوگوں میں جو مشہور ہے کہ پہاڑ کے اوپر چڑھنا چاہیے اس کے بغیر وقوف صحیح نہیں دہم ہے۔

اپنے سامنے کیا اور قبلہ رخ ہو کر سوچ کے
غروب تک وقوف فرما رہے اور فرمایا میں
نے یہاں وقوف کیا ہے اور عرفہ کی وادی
تمام کی تمام وقوف کی جگہ ہے۔ اس کے
بعد آپ نے اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے
بٹھالیا۔

بین ید یہ واستقبل القبلة
فلم یزل واقفا حتی غربت
الشمس وذہبت الصفرة
قلیلا حتی غاب القرص وقال
وقفت ہہنا وعرفة کلہا
موقف واردن اسامة بن

زید خلفہ

لہ احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر وقوف فرماتے
اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ نیز لبیک کہنا بھی سنت ہے۔ اگرچہ شیخ الاسلام مناسک حج
(ص ۳۸۳) میں اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ہم عرفہ
میں عبداللہ بن عباس کے ساتھ تھے۔ ابن عباس نے مجھ سے پوچھا ابا وجہ ہے؟ میں لوگوں
سے لبیک نہیں سن رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ لوگ معاویہ کے خوف سے لبیک نہیں کہہ رہے ہیں
یہ سن کر ابن عباس فوراً خیمہ سے باہر نکلے اور لبیک اللہم کے کلمات کہے، پھر باہر لوگوں نے اس
سنت کو حضرت علی کے بغض کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ حاکم (۲/۱۶۱-۱۶۵) بیہقی (۵/
۱۱۳) اس روایت کو میسرہ بن حبیب نے منہال بن عمرو سے روایت کیا۔ حاکم نے کہا کہ یہ سند شیخین
کی شرط پر صحیح ہے۔ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ خیال رہے کہ بخاری، مسلم نے میسرہ سے
کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور منہال سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ طبرانی
نے الاوسط (۱/۲۱۵) میں اور حاکم نے دوسری سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے وقوف میں لبیک اللہم لبیک کے بعد کہا انا الحزیر خیر الاخرة اس کی
(باقی اگلے صفحہ پر)

عرفات سے واپسی

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے واپس لوٹے تو آپ بڑے سکون و الطمینان سے تھے، آپ نے اونٹنی کی لٹام کو کھینچ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا سر آپ کے پالان کے درمیان لگ رہا تھا اور آپ اپنے اپنے ہاتھ کی پتھیلی سے آسمان کی جانب اشارہ کرنے ہوتے فرما رہے تھے لوگو! سکون و الطمینان اختیار کرو، سکون و الطمینان اختیار کرو جب بھی آپ کسی ریت کے تودے پر سے گزرتے

ودفع رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي رواية افاض وعليه السكينة وقد شئت للقصواء الزمام حتى ان راسها ليصيب مؤرك رحله ويقول بيده اليمينى هكذا وانشار بباطن كفه الى السماء ايها الناس السكينة السكينة كلما اتى حبلًا من الحبال ارخي

(بقية حاشیہ ص سے) سند حسن ہے۔ حاکم ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے، اسی مضمون کی روایت امام بیہقی، ہیمنہ سے موقوف بھی لائے ہیں۔

لہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقوف میں روزہ سے نہیں تھے، اس لئے کہ ام الفضل نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ اونٹ پر سوار تھے جس کو آپ نے پی لیا صحیحین، امام نووی فرماتے ہیں کہ عرفات سے واپسی پر سکون کے ساتھ سوار یوں کو چلایا جائے۔ ہاں اگر گھل جگہ آجائے تو تیز کر سکتا ہے، جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔ طے مستطیل ریت کے ٹیلے کو کہتے ہیں

لہا قلیلاً حتی تصعد۔
تو لگام ذرا ڈھیلی کر دیتے تاکہ اونٹنی اس پر چڑھ جاتے۔

مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کر کے ادا کرنا اور رات گزارنا

یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے، وہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھائیں اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق تک لیٹے رہے جو نہی کہ صبح صادق نمودار ہوئی آپ نے فجر کی نماز اذان اور تکبیر کے ساتھ پڑھائی۔

حتى اتى المزدلفة فصلى
بها فجمع بين المغرب و
العشاء باذان واحد واقامته
ولم يسبح بينهما شيئاً ثم اضطلع
رسول الله صلى الله عليه وسلم
حتى طلع الفجر وصلى الفجر
حين تبين له الفجر باذان
واقامة۔

لے اس سفر میں آپ لیک کہتے ہے (صحیحین) لے یہی صحیح ہے بعض مذاہب میں ایک اقامت کہنا منقول ہے جو خلاف سنت ہے۔ ہاں شاذ طور پر ایک اقامت کا ذکر آتا ہے جیسا کہ بعض حدیثوں میں اذان کا ذکر ہی نہیں۔ لے حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ نہ اس رات آپ بیدار رہے اور نہ ہی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں آپ بیدار رہے جن روایات میں بیدار رہنے کا ذکر آیا ہے ان کے ضعف کے لئے دیکھئے۔ (التعلیق الوغیب علی الترغیب والترہیب)

مشعر الحرام پر وقوف کرنا

پھر آپ قصواء پر سوار ہو کر مشعر الحرام پر چڑھ گئے، وہاں قبلہ رخ ہو کر دُعا کی اللہ کی حمد تکمیر تہلیل توحید کے کلمات کہے آپ وہاں وقوف فرما رہے، یہاں تک کہ روشنی نسا یاں ہو گئی اور منہ مایا میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور مزدلفہ تمام وقوف کی جگہ ہے۔

ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فرقى عليه فاستقبل القبلة فدعاه فحمد الله وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر حبدأ وقال وقفت ههنا والمزدلفة كلها موقف.

جمروں کو کنکر ماننے کے لئے عرفات سے واپس آنا

آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ سے چل پڑے آپ سکون کے ساتھ آ رہے تھے بفضل بن عباس آپ کے پیچھے سوار

فدفع من جمع قبل ان تطلع الشمس وعليه السكينة وادركه الفضل بن عباس وكان

لہ مزدلفہ میں ایک پہاڑ قزح کے نام سے موسوم ہے؛ چنانچہ فقہاء مشعر الحرام سے قزح مراد لیتے ہیں، جبکہ جمہور مفسرین، سیرت نگار اور اہل حدیث تمام مزدلفہ کو مشعر الحرام کہتے ہیں۔ (نووی)

اے اگر بالور طاقت ور ہو تو اس پر دو آدنی سوار ہو سکتے ہیں۔

رجلاً حسن الشعر ابيض و
 سيما فلما دفع رسول الله صلى
 الله عليه وسلم مرت به فطعن
 تجرير فطنق الفضل ينظر
 اليه من فوضع رسول الله صلى
 الله عليه وسلم يده على وجه
 الفضل فحول الفضل وجهه
 الى الشق الاخر فحول رسول
 الله عليه وسلم يده من
 الشق الآخر على وجه الفضل
 ليصرف وجهه من الشق الاخر
 ينظر حتى اتى بطنه محسراً
 قليلاً وقال عليكم السكينة
 آهستگی اختیار کرو، تیزی نہ کرو۔

تھا۔ وہ خوبصورت گورے رنگ والا تھا۔
 اس کے بال بھی خوبصورت تھے۔ جب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر رہے
 تھے تو آپ کے قریب عورتوں کی سواریاں
 بھی گزر رہی تھیں۔ فضل ان کی جانب
 دیکھنے لگا تو آپ نے اپنا ہاتھ فضل کے
 چہرے پر رکھ دیا۔ فضل نے اپنا چہرہ
 دوسری جانب پھیر دیا۔ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے دوسری جانب سے
 اپنا ہاتھ فضل کے چہرے پر رکھا۔ دوسری
 جانب دیکھنے سے اس کے چہرے کو پھیر رہے
 تھے۔ یہاں تک کہ وادی محسر میں پہنچے تو
 آپ نے اونٹنی کو ذرا تیز چلایا اور فرمایا

لہ طعنیتہ کی جمع ہے، اصلاً اس سواری کو کہتے ہیں جس پر عورت سوار ہو، پھر مناسبت
 کی بنا پر عورت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

لہ یہ واقعہ اس واقعہ کے علاوہ ہے جس کو علی ابن عباس نے روایت کیا ہے
 کہ فضل ایک خثعمی عورت کی طرف دیکھ رہا تھا، اس لئے کہ خثعمیہ عورت کا واقعہ سوین ذی الحج

کو پیش آیا اور یہ واقعہ مزدلفہ کی صبح کو پیش آیا، جبکہ ابھی آپ وادی الطن محسّر سے گزرے نہیں تھے۔ نیز علی کی حدیث میں تصریح ہے کہ خثعمیہ عورت کا واقعہ جبرہ عقبہ کو کنکر مارنے کے بعد منیٰ میں قربان گاہ کے قریب پیش آیا۔ دیکھتے مسند احمد (۱/۷۵-۷۶) زوائد المسند (۱/۷۵-۸۱) الفوائد المنتقاة (۹/۲۲۰/۱) سند حسن ہے (کما قالہ الحافظ وصحیہ الترمذی) اس سے ان لوگوں کا رد بھی ہو رہا ہے جو کہتے ہیں کہ خثعمیہ عورت محرمہ تھی اسی بنا پر آپ نے اس کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ صریح حدیث کو غلط قرار دینا چاہتے ہیں کہ عورت کو چہرہ ڈھانپنا ضروری نہیں، اس لئے اگر عورت کا چہرہ ڈھانپنا ضروری ہوتا تو آپ اس کو اس کا حکم دیتے اور اس بات کے تسلیم کرنے میں کہ وہ عورت محرمہ تھی ضروری نہیں کہ وہ چہرہ نہ ڈھانپے۔ ظاہر ہے کہ احرام کا یہ تقاضا نہیں کہ عورت چہرہ ڈھانپ نہیں سکتی۔ خاص طور پر جبکہ شیطان فضل اور اس عورت کے درمیان حائل ہے اور فتنہ واقع ہونے کا خطرہ ہے۔ البتہ احرام میں نقاب وغیرہ سے چہرہ ڈھانپنا ممنوع ہے، ہم ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ وہ عورت محرمہ تھی خصوصاً اس لئے کہ یہ واقعہ جبروں کو کنکر مارنے کے بعد کا ہے اور اس حالت میں محرمہ کے لئے جماع کے علاوہ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں تو اس کا چہرے کو نہ ڈھانپنا (جبکہ وہ محرمہ نہیں) سے ثابت ہوا کہ چہرہ ڈھانپنا ضروری نہیں تفصیل کے لئے دیکھئے (حجاب المرأة المسلمة) سلفہ و تبسمیہ یہ ہے کہ اصحاب الغیل کا بائعہ تھی اس جگہ تھک گیا اور چلنے سے رک گیا یہ مقام منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا امام نووی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مقام میں تیز چلنا مسنون ہے۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا اس مقام سے آپ تیزی کے ساتھ گزرتے تھے جیسا کہ اصحاب الحجر اور ثمود کے علاقوں سے جب آپ گزرے تو منہ سر لپیٹ لیا اور تیزی کے ساتھ گزر گئے۔

جمہرہ کبریٰ کو کنکر مارنے

پھر آپ درمیانی راستہ پر چلے جو حجرہ کبریٰ پر پہنچتا ہے یہاں تک کہ آپ اس جمہرہ پر آتے جو درخت کے پاس ہے تو آپ نے اس کو چاشت کے وقت سات کنکر مارے ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہتے۔ یاد رہے کنکر لوبیا کے دانہ کے تقریباً برابر تھے۔

ثم سلك الطريق الوسطى التي تخرجك على الجمرة الكبرى حتى اتى الجمرة التي عند الشجرة فرماها ضحى بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف -

لہ جس راستہ سے عرفات گئے اس راستہ سے واپس نہیں آتے (نووی)

لہ کنکر مارنے ہی آپ نے لبیک کہنا ختم کر دیا۔ فضل کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

تھ لوبیا کے دانہ کے برابر کنکر ہوں اگر کچھ بڑے یا چھوٹے ہوں پھر بھی کفایت پونجی ہے۔

(نووی) خذف: کنکر یا کھجور کی گٹھلی کو انگلیوں کی وساطت سے پھینکنا مراد ہے (النبأ)

خیال رہے کہ یہ کیفیت بعض اعاذیث میں صحابہ کرام سے مروی ہے؛ چنانچہ عبدالرحمان

بن معاذ یتیمی بیان کرتے ہیں کہ منیٰ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا آپ کے خطبہ

سے ہمارے کانوں کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ ہم اپنے خیموں میں آپ کا خطبہ سن رہے تھے۔

آپ مناسک حج کی تعلیم دیتے ہوئے جمروں کو کنکر مارنے پر پہنچے، تو آپ نے فرمایا کہ خذف

کرو، اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو دوسرے

ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر رکھا (ابوداؤد، نسائی، احمد، بیہقی) اس مضمون کی روایت

مالی محاملی (۱/۱۲/۵) اور فوائد المخلص (۲/۱۸۴/۶) میں حرمت طبقات ابن سعد (۱/۲۹/۲) اور مسلم (۴/۴۱) میں ابن عباس سے ہے، لیکن آپ کا اس کیفیت کے بیان کرنے سے کیا فروضاحت مقصود ہے؟ یا یہ مقصود ہے کہ بس یہی کیفیت اختیار کی جاتے اگرچہ احتمال دونوں کا ہے، لیکن اقویٰ یہ ہے کہ مقصود محض وضاحت ہے۔ پس جس طرح بھی رنی ہو سکے، درست ہے؛ البتہ نووی نے احتمال اول کو ابن الہمام نے احتمال ثانی کو

تزیح دی ہے۔ چند اہم ہدایات

پہلی ہدایت :- دسویں ذی الحج کو سورج کے طلوع سے پہلے رنی جواز نہیں؛ یہاں تک کہ جن عورتوں اور بچوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے آدھی رات کے بعد آنے کی اجازت دی ہے۔ ان کے لئے بھی ضروری قرار دیا کہ وہ سورج کے طلوع کا انتظار کریں، پھر رنی کریں؛ چنانچہ عبداللہ بن عباس راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کو مزدلفہ سے پہلے جانے کا حکم دیا، لیکن سورج کے طلوع سے پہلے رنی کی اجازت نہ دی۔ اس حدیث کے جمیع طرق صحیح ہیں۔ ترمذی ابن جہان نے اس کو صحیح کہا۔ حافظ نے فتح (۳/۴۲۲) میں حسن کہا۔ بخاری کی روایت کو اس کے معارض قرار دینا صحیح نہیں کہ اسماء بنت ابی بکر نے صبح کی نماز سے پہلے رنی کر لی تھی۔ یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا ہے۔ پھر اس میں تصریح بھی نہیں ہے کہ اس نے یہ کام آپ کے حکم سے کیا تھا؛ البتہ نصف رات کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہونے کی صراحت ہے کہ آپ نے عورتوں کو اس کی اجازت فرمائی ممکن ہے حضرت اسمائے آپ کی اجازت سے سمجھ لیا ہو کہ جس طرح کوچ کرنے کی اجازت ہے رنی کی بھی اجازت ہے اور اس کو نبی نہ پہنچی ہو جس کا ذکر ابن عباس کی حدیث میں موجود ہے۔

دوسری اہم ہدایت، دسویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد بھی رمی جمار کی اجازت ہے، یہاں تک کہ رات کو بھی رمی کرنا درست ہے۔ پس جو شخص چاشت کے وقت رمی کی تکلیف محسوس کرتا ہے، وہ زوال شمس کے بعد رات کے کسی حصہ میں جب فرصت محسوس کرے رمی کر سکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے دریافت کیا کہ میں قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا چکا ہوں، آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں۔ دوسرے نے دریافت کیا کہ میں مغرب کے بعد رمی کر سکا ہوں، آپ نے فرمایا کچھ ہرج نہیں (بخاری، شوکانی کا یہی مذہب ہے ابن حزم محلی میں کہتے ہیں کہ آپ نے دسویں تاریخ کو سورج نکلنے سے پہلے رمی کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے بعد اجازت ہے خواہ شام کے بعد کیوں نہ کی جائے۔ پس اس ہدایت کی روشنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچنا چاہیے جبکہ اکثر حجاج کا یہ حال ہے کہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتے اور ضرورت کے پیش نظر سورج کے طلوع سے پہلے رمی کر لیتے ہیں۔

تیسری اہم ہدایت، محرم جب حمرہ عقبہ کی رمی کر لیتا ہے تو عورت کے علاوہ باقی سب کچھ اس کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ابھی اس نے حجامت بھی نہ بنوائی ہو۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ خوشبو لگائی۔ جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ حمرہ عقبہ کو رمی کر چکے ابھی طواف کرنا باقی تھا۔ (احمد) صحیح علی شرط الشیخین چنانچہ عطار، مالک، ابوثور، ابویوسف کا یہی مذہب ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔ ابن قدامہ نے المغنی (۳/۴۳۹) میں اس کو صحیح کہا ہے۔ ابن حزم کا بھی یہی نظریہ ہے بلکہ ابن حزم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ رمی کے وقت کے داخل ہونے کے بعد محرم حلال ہو جائے گا، اگرچہ وہ ابھی رمی نہ کر سکا ہو، لیکن بعض مذاہب میں رمی کے ساتھ حلت کے لئے

حجامت بنوانے کو معلق کرنا صحیح نہیں۔ اس بارے میں جو معارض حدیث آتی ہے، وہ اس صحیح حدیث کا معارضہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لیکن یہ حدیث کہ سنی جمار، حجامت بنوانے ایک روایت کے لحاظ سے ذبح قربانی کرنے کے بعد عورتوں کے علاوہ سب کچھ حلال ہے۔ نہ صرف یہ کہ سذ کے لحاظ سے کمزور ہے، بلکہ اس میں متن کے لحاظ سے اضطراب بھی ہے۔ دیکھئے۔ (الاحادیث الصغیرہ رقم مابعد الف)، جو تھی اہم ہدایت: دسویں ذی الحجہ جمروں کو نکر مارنے کے لئے جہاں سے چاہے نکر اٹھا سکتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے کسی خاص جگہ کا تعین نہیں کیا۔ اس کے متعلق ابن عباس کی حدیث ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کی صبح کو فرمایا کہ آپ اپنی سواری پر تھکے، اور مجھے نکر اٹھا کر دو پناچہ میں نے آپ کو نکر دیئے۔ جب وہ آپ کے ہاتھ میں تھے، تو آپ نے فرمایا اس مقدار کے نکر پھینکا کرو (آپ نے تین بار فرمایا) اور دین میں غلو سے بچو تم سے پہلے لوگ غلو کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن الجارود فی المنقذی رقم ۴۷۳، والسیاق لہ، صحیح ابن حبان، بیہقی، احمد (۱/۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷) سند صحیح ہے۔ اس حدیث میں جگہ کی سرحاح نہیں ہے؛ البتہ الفاظ سے مترشح ہو رہا ہے کہ جمرہ عقبہ کے قریب سے نکر اٹھائے گئے ہیں؛ چنانچہ ابن قدامہ اسی تاثر کے پیش نظر المغنی ۳/۲۵۵ میں فرماتے ہیں۔ نکر روں کو اٹھانے کا واقعہ منیٰ کا ہے۔ لیکن جو حجاج مزدلفہ سے نکر میں اٹھا لاتے ہیں، وہ سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر روزانہ اس تکلف کے مرتکب ہوں گے۔ خیال رہے کہ جو نکر مارے گئے ہیں انہیں اٹھا کر دوبارہ پھینکنا بالکل جائز ہے اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں شافعی، ابن حزم کا یہی مسلک ہے؛ البتہ ابن تیمیہ کا مذہب

فرحی من بطن الوادی وهو
علی راحلته وهو یقول لتأخذوا
مناسککم فانی لا ادری لعلی لا
ا حج بعد حجتی هذا قال ورحی
بعد یوم النحر فی سائر ایام

آپ نے بطن وادی سے کنکر مارے۔ آپ
سواری پر تھے اور فرما رہے تھے کہ مناسک
حج معلوم کرو، شاید میں اس سال کے بعد
حج پر نہ آؤں۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ نے
دسویں کے بعد تمام ایام تشریق میں رمی جمأ

(حاشیہ ص۔ سے آگے) ان کے خلاف ہے اور کنکروں کے مقدار کے متعلق ابن عباس
کی روایت گزر چکی ہے کہ دین میں غلو ہمارا نہیں اور چنے کے دانے سے زیادہ بڑی کنکریاں
مارنا غلو ہے، لیکن کیا کیا جائے اب تو جہالت انتہا کو پہنچ چکی ہے، جبکہ دیکھنے میں آیا ہے
کہ کچھ لوگ کنکروں کے بجائے جوتے پھینکتے ہیں۔ اللہ پاک ان کے حال کی اصلاح فرمائے۔
سنت نبوی کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

لہ مقصد یہ ہے کہ حج کے تمام امور جن کو میں سرانجام دے رہا ہوں محفوظ کر لو، خود
بھی ان کے مطابق عمل کرو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ خیال رہے کہ مناسک حج میں یہ
حدیث اصل کی حیثیت رکھتی ہے، جیسا کہ نماز میں صلوا کما رایتونی اصلی کی حدیث
اصل ہے۔

لہ آپ اشارہ فرما رہے کہ میری وفات کا وقت متدیرب آپکا ہے۔
فرصت کو غنیمت سمجھو، دین کے امور کو سیکھنے کی کوشش کرو، عنقریب میں تمہیں
الوداع کہنے والا ہوں، اسی لئے اس کا نام حجتہ الوداع رکھا گیا ہے۔

التشریق اذا زالت الشمس
ولقیہ سراقۃ وهو یومح
جمرة العقبة فقال یا رسول
اللہ النا هذه خاصة قال
لا بل لا بدئہ

کی، لیکن زوال شمس کے بعد جب حجرہ عقبہ کو
کنکر مار رہے تھے تو آپ کو سراقہ ملا۔ اس
نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! کیا یہ ہمارے
لئے خاص ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ یہ ہمیشہ
کے لئے ہے۔

قربانی ذبح کرنا اور حجامت بنوانا

۱۷ دسویں ذی الحج کے بعد تین دن آیام تشریق کہلاتے ہیں۔ جمہور علماء کا مسلک یہ
ہے کہ ان دنوں میں رمی جمار کا وقت سورج کے زوال کے بعد کا ہے۔ امام نووی فرماتے
ہیں کہ آیام تشریق میں اس ترتیب کے ساتھ رمی جمار کی جائے۔ ابتداً حجرہ اولیٰ سے ہو
جو مسیخیف کے قریب ہے۔ پھر وسطیٰ پھر عقبہ کو کنکر مارے جائیں۔ نیز پہلے حجرہ کو کنکر مارنے
کے بعد اس کے پاس قبلہ رخ کھڑا رہے اور لبا عرصہ دعا ذکر اذکار کرتا رہے۔ دوسرے
حجرہ کے پاس بھی اسی طرح کرے، لیکن تیسرے حجرہ کے پاس وقوف نہ کرے۔ صحیح
بخاری عن ابن عمر، تینوں دن اس کا استحباب ثابت ہے۔ (نووی)

۱۷ دوسری روایت میں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جب صفا، مروہ کی سعی سے فارغ ہوئے تو سراقہ بن مالک (جو مروہ سے نیچے تھا) نے دریافت
کیا، تو آپ نے اس کا جواب دیا مطابقت کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ پختگی کے لئے دوبارہ صفا
کیا ہوگا۔ واللہ اعلم فیخ الباری (۳/۴۸۰)

پھر آپ مذبح لتشریف لے گئے، آپ نے وہاں اپنے ہاتھ کے ساتھ ترسیٹھ قربانیاں ذبح کیں، پھر حضرت علی نے باقی ماندہ قربانوں کو ذبح کیا۔ آپ نے اس کو قربانیوں میں شریک کیا اور ہراونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہیں ایک ہانڈی میں ڈالا گیا، ان کا سالن پکا یا گیا دونوں نے گوشت

ثم انصرف الی المنحر فمحر
ثلاثا وستین بدنتہ بیدہ ثم
اعطی علیا فمحر ما غیر ليقول
ما بقی واشرک فی ہدیہ ثم
امر بدنتہ ببضعة فجعلت فی
قدر فطبخت فاکلا من لحمہا
وشربا من مرقمہا۔
کھایا اور شوربہ پیا۔

اور ایک روایت میں ہے راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں

وفی رواية قال محرو رسول الله
صلی الله علیہ وسلم عن نسائه

۱۔ بضعة: گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں معلوم ہوا نفل قربانی اور اسمیہ کا گوشت کھانا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی حجتہ الوداع میں قارن تھے اور قارن پر قربانی فرض ہے۔ پس آپ کی تمام قربانی کو نفل کہنا درست نہیں اگرچہ بعض نفل ہیں اور حدیث میں تو صراحت ہے کہ آپ نے ہر جانور سے ایک ٹکڑا لیا پس نفل کی تخصیص اور اس کا استحباب ظاہر نہیں؛ چنانچہ نواب صدیق حسن خان (الروضۃ الندیہ) میں امام نووی کی کلام نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ نفل اور غیر نفل قربانی میں کچھ فرق نہیں اور ہر قسم کی قربانی سے کھانا جائز ہے۔ ارشاد خداوندی ہے (فکلوا منها) پس قربانیوں سے کھاؤ۔

کی طرف سے گائے کی قربانی دی اور دوسری روایت میں ہے راوی نے بیان کیا ہم نے اونٹ کی قربانی دی اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کو شریک ہونے کی اجازت دی اور پانچویں روایت میں راوی نے بیان کیا کہ ہم سات آدمی اونٹ کی قربانی میں شریک تھے۔ ایک آدمی نے دریافت کیا جناب! کیا گائے کی قربانی میں بھی اشتراک ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اونٹ کی مانند ہے اور ایک روایت میں ہے جابر نے بیان کیا کہ ہم قربانیوں کے گوشت کو صرف منی کے تین دن کھاتے تھے، پھر آپ نے ہمیں رخصت عنایت فرمائی اور

بقرۃ و فی اخری قال فخرنا البعیر و فی اخری نحر البعیر عن سبعة والبقرۃ عن سبعة و فی روایة خامسة عنه قال فاشترکنا فی الجذور سبعة فقال له رجل اراءیت البقرۃ المیشترک؟ فقال ماہی الا من البدن و فی روایة قال جابر کننا لانا کل من البدن الا ثلاث منی فارخص لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کلووا تذودوا قال فاکلنا و تذودنا حتی بلغنا بہما المدینۃ۔

فرمایا کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم قربانی کا گوشت کھاتے رہے اور ہم نے اس کو محفوظ رکھا، یہاں تک کہ جب ہم مدینہ واپس آتے تو ہمارے ساتھ قربانیوں کا گوشت تھا۔

دسویں ذی الحج کے دن امور کی ترتیب میں تبدیلی جائز ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیاں ذبح کرنے کے بعد سر منڈایا اور لوگوں کے سوالات کا جواب دینے کے لئے منیٰ میں بیٹھ گئے۔ اس دن آپ سے جس نے بھی سوال کیا کہ میں نے فلاں فلاں کام فلاں کام سے پہلے کر لیا ہے، تو آپ نے جواب میں فرمایا کچھ اندیشہ نہیں کچھ اندیشہ نہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے حجامت بنوالی ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ ڈرتیں، پھر ایک

وفی رواية تحضر رسول الله صلى الله عليه وسلم فحلق وجلس بمنى يوم النحر للناس فمائل يومئذ عن شئى قدم قبل شئى الا قال لا حرج لا حرج حتى جاءه رجل فقال حلفت قبل ان انحر قال لا حرج ثم جاءه اخر فقال حلفت قبل ان ارمى قال لا حرج ثم جاءه اخر فقال طمئت قبل

سے دسویں ذی الحج کو امور کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے رمی کی جائے، پھر قربانی ذبح کی جائے، پھر سر منڈایا جائے، پھر طواف کیا جائے، نیز سر کے منڈانے میں سنت یہ ہے کہ پہلے سر کا دایاں جانب مونڈا جائے۔ احناف اس کے مخالف ہیں، حالانکہ مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے رمی کے بعد مونڈنے والے سے کہا کہ پہلے دایاں جانب مونڈو، پھر آپ نے حکم دیا کہ بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرو۔ اس سلسلہ میں ابن الہمام نے منصفانہ بات کہی ہے، جبکہ وہ فتح القدیر میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سنت تو یہ ہے کہ سر کو میٹھے داتیں جانب سے مونڈا جائے لیکن ہمارا مذہب سنت کے خلاف ہے، بلکہ ان چاروں اعمال میں سے جو عمل کوئی شخص بلا ترتیب پہلے ادا کر چکا ہے، اس کے لئے کوئی حرج نہیں جو باقی رہتا ہے اس کو سر انجام دے اور اس پر کچھ فدیہ نہیں ہے۔

ان ارمی قال لا حرج قال
 اخر طفت قبل ان اذبح حقا
 اذبح ولا حرج فترجاءه اخر
 فقال انى نحررت قبل ان ارمی قال
 ارم ولا حرج ثم قال بنی اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قد
 نحررت ہنہنا و منی کلہما
 منحر و کل فجاج مکة طریق
 و منحر لے

دوسرا انسان آیا اس نے کہا میں نے رمی سے
 پہلے حجامت بنوالی ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ
 خوف نہیں۔ پھر ایک دوسرا آیا اس نے کہا میں
 نے رمی سے پہلے طواف کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا
 کچھ خطرہ نہیں۔ ایک دوسرے نے کہا میں نے
 ذبح کرنے سے پہلے طواف کر لیا ہے فرمایا کچھ
 پرواہ نہیں۔ پھر ایک اور آیا اس نے کہا کہ میں
 نے رمی سے پہلے قربانی ذبح کر دی ہے۔ آپ نے

فرمایا اب رمی کر لو کچھ ڈر نہیں۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہاں قربانی ذبح
 کی ہے اور تمام منیٰ ذبح کی جگہ ہے اور مکہ کی تمام گھاٹیاں راستے میں اور ذبح کی جگہ ہیں۔

لے ضروری نہیں کہ قربانیوں کو منیٰ میں ہی ذبح کیا جائے۔ حدیث کے یہ الفاظ پتہ دے رہے ہیں کہ
 مکہ مکرمہ میں بھی قربانیوں کو ذبح کرنا جائز اور مسنون ہے؛ چنانچہ بیہقی (۲۳۹/۵) میں صحیح سند
 کے ساتھ ابن عباس سے روایت ہے کہ قربانیوں کو مکہ میں ذبح کیا جائے البتہ گوشش کی جائے کہ
 مکہ مکرمہ کو خون کی غلاظت سے صاف رکھا جائے اور مکہ بھی منیٰ سے ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ منیٰ مکہ سے
 ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر ابن عباس مکہ میں قربانی ذبح فرماتے تھے جبکہ ابن عمر مکہ میں ذبح نہیں کرتے تھے۔
 وہ منیٰ میں ذبح کرتے تھے۔ غور کیجئے۔ اگر حجاج کی اکثریت اس حدیث کی روشنی میں مکہ مکرمہ قربانیاں ذبح
 کرے تو نتیجہ منیٰ میں قربانیاں کم ذبح ہوں گی تو پھر نہ تو قربانیوں کے گوشت کی بے حرمتی ہوگی اور
 نہ ہی گوشت کے لوتھڑوں سے منیٰ کی مضا میں بدبو اور سرائنڈ پیدا ہوگی اور نہ ہی حجاج کو شکوہ
 ہوگا کہ قربانیوں کا گوشت رائیگاں جا رہا ہے۔

(فقہ حاشیہ)

اور مکہ میں تو استفادہ کے مواقع زیادہ ہیں، لیکن منیٰ میں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ قربانیوں کی خرید میں کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ وہ لاغر قربانی خرید رہے ہیں یا فربہ قربانی خریدنے کی جستجو کیوں نہیں کر رہے ہیں جس طرح کی قربانی میسر آجاتے ذبح کر دیتے ہیں، پھر نہ اس کی کھال اترواتے اور نہ ہی گوشت کے الگ الگ ٹکڑے کرتے ہیں۔ فقیر محتاج لوگ بھی جب اس قسم کے جانور کے پاس سے گزرتے ہیں جو لاغر ہے پھر اس کی کھال بھی اتری ہوئی نہیں ہے تو وہ پاس سے گزر جاتے ہیں۔ چند دنوں میں گوشت بدبودار ہو جاتا ہے اور منیٰ کی تمام فضا بدبودار ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس تعفن آلود فضا میں سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ قربانی کے متعلق چند مذکورہ الذیل باتوں کو ملحوظ رکھا جائے، تو بہت سے خدشات ختم ہو جائیں گے۔

اولاً: حجاج کی اکثریت قربانیوں کو بجائے منیٰ کے مکہ میں ذبح کرے۔

ثانیاً: صرف دسویں کو ہی تمام قربانیاں ذبح نہ کی جائیں جب آیام تشریق میں بھی قربانیوں کے ذبح کی اجازت ہے تو ان میں بھی قربانیاں ذبح کی جائیں۔

ثالثاً: فربہ جانور خریدے جائیں، انہیں ذبح کیا جائے پھر ان کا چمڑا اتارا جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جائیں تاکہ ضرورت مند لوگ آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکیں

رابعاً: خود بھی قربانی کا گوشت کھائے اور اپنے ساتھ بھی لے جاتے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ ثابت ہے خیر البدیٰ ہدیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس ترقی یافتہ دور میں بے شمار وسائل اور سہولتیں موجود ہیں۔ سعودی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قربانی کے گوشت کے سلسلہ میں جس قدر مشکلات ہیں، ان پر قابو پایا جا۔ نئے کس قدر آسان صورت ہے کہ قربانی کے ان چار دنوں میں کچھ کوئلہ سٹور گاڑیاں قربانیوں کے گوشت فراہم کرنے پر لگا دی جائیں اور منیٰ میں ایسے ملازمین کا تقرر کیا جائے جو لوگوں کی ضرورت سے زیادہ

فانصروا من رحالکم۔ پس تم اپنے گھروں میں قربانیوں کو ذبح کرنا

دسویں ذی الحج کو آپ کا خطبہ

وقال جابر بن عبد الله عليه وسلم يوم النحر فقال اي يوم اعظم حرمة؟ فقالوا يومنا هذا قال فاي شهر اعظم حرمة قالوا شهرنا هذا قال اي بلد اعظم حرمة؟ قالوا بلدنا هذا قال فان دماءكم واموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا هل بلغت؟ قالوا نعم قال اللهم اشهد۔

جابر بیان کرتے ہیں کہ ذی الحج کی دسویں تاریخ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "ای کونسا دن زیادہ حرمت والا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارا یہ دن بہت عظمت والا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کونسا مہینہ زیادہ عظمتوں والا ہے۔ صحابہ نے جواب دیا یہ مہینہ زیادہ حرمت والا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کون سا شہر زیادہ محرمت والا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارا یہ شہر زیادہ عظمت والا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے خون تمہارے اموال تم پر

اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کو تمہارے اس شہر کو تمہارے اس مہینہ کو حرمت حاصل ہے کیا میں نے اللہ کے احکام پہنچا دیئے سبے اثبات میں جواب دیا آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ بن جا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے) گوشت کو جمع کر دیں اور اس کو گاڑیوں میں بھرا جائے اور مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں جو بستیاں آباد ہیں، ان میں اس گوشت کو تقسیم کیا جائے۔ اس طرح فقراء مساکین میں گوشت بھی تقسیم ہو جائے گا اور ضائع ہونے بدبو دار ہونے سے بھی بچ جائے گا شہل من مستجیب۔

طوافِ صدر

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے
تو آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صحابہ
نے بھی کیا، لیکن صفاء مروہ کے درمیان
طواف نہیں کیا۔

ثم ركب رسول الله صلى
الله عليه وسلم فاقض
الى البيت فطأوا ولم يطوفوا
بين الصفا والمروة به

لہ طواف کے بعد آپ مکمل طور پر حلال ہو گئے۔ (صحیحین عن عائشہ و ابن عمر)
لہ حضرت جابر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ صحابہ
جو آپ کے ساتھ قارن تھے جن کے ساتھ قربانیاں تھیں انہوں نے دسویں ذی الحج کو بیت اللہ
کا طواف کیا جس کو طوافِ صدر یا طوافِ زیارت کہتے ہیں، لیکن اس روز انہوں نے صفاء مروہ
کے درمیان طواف نہیں کیا۔ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کا بیان بھی سُن لیجئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ
جن صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا، انہوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد صفاء مروہ کا طواف
کیا، پھر وہ حلال ہو گئے۔ پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آ کر دسویں ذی الحج کو طوافِ صدر کیا۔
صفاء مروہ کے درمیان طواف نہیں کیا، البتہ وہ لوگ جو قارن تھے، انہوں نے صرف ایک بار
طواف کیا۔ (بخاری، مسلم)

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ عائشہ مثبت ہے اور جابر نفی کر رہا ہے۔ مثبت کو نافی
پر مقدم سمجھا جاتا ہے یا تطبیق کی شکل میں ہے کہ جابر کا مقصد یہ ہے کہ جو صحابہ کرام آپ کے ساتھ
قارن تھے جن کے پاس قربانیاں تھیں اور وہ صاحبِ ثروت تھے جیسے ابو بکر، عمر، طلحہ، علی

وغیرہ انہوں نے صفا، مروہ کے درمیان ایک سعی کی ہے

عام صحابہ کی بات نہیں ہے یا حضرت عائشہ کی حدیث کو معلول سمجھا جاتے اس لئے کہ یہ جملہ کہ جن صحابہ کرام نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، انہوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد صفا، مروہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہو گئے، پھر انہوں نے دسویں ذی الحج کو طواف کیا۔ البتہ وہ لوگ جو قارن تھے، انہوں نے صرف طواف کیا، حدیث میں مدرج ہے۔ دراصل یہ ہشام کا قول ہے حضرت عائشہ کی حدیث کے بارے میں یہ تین قول ہیں۔ (زاد المعاد) خیال رہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ معلول ہے اور مذکورہ جملہ کو ہشام کا قول ساقط الا اعتبار بنا نا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہشام ثقہ راوی ہے اور بلا دلیل کسی ثقہ راوی کو غلطی کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ خصوصاً ہشام جیسا ثقہ راوی قطعاً اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ اس قسم کا ناروا سلوک کیا جائے بغور کیجئے کہ جب میں نے حضرت عائشہ کی حدیث کو غور سے دیکھا تو اس کی سند میں ہشام نہیں تھا، بلکہ سند میں مالک عن ابن شہاب عن عروہ بن زبیر تھا۔ یہ سند صحت کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ پس غلطی اور ادراج کا طعن بہانہٴ مشوراً ہو گیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مناسک الحج ص ۳۸۵ ج ۲ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے دو بار طواف کیا، لیکن یہ زیادتی عائشہ سے نہیں ہے۔ زہری کا قول معلوم ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ زہری حافظہ میں پہاڑ تھے تو کسی کے کہنے سے ان کو خطا کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا اور پھر علامہ ابن تیمیہ پر تعجب ہے کہ وہ کس طرح اس پر اعتماد کر کے حضرت عائشہ کی حدیث کو رد کر رہے ہیں؛ چنانچہ اس کے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگ دو طواف کے قائل ہیں، لیکن ان کا استدلال کمزور

ہے اور جابر کی حدیث واضح ہے، پھر آپ کا یہ فرمانا کہ عمرہ قیامت تک کے لئے حج میں داخل ہو چکا ہے، اس کی تائید کر رہا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے اور اس کو معلول قرار دینے والے اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا ذکر تک کیا جائے۔ ہم اپنے اس توقف کی تائید میں دو سندیں پیش کرتے ہیں۔ سدا اول موطا در رقم ۳۲۳ ج ۱/۱، میں یہ حدیث عن عبدالرحمن بن القاسم عن ابیہ عن عائشہ مذکور ہے۔ یہ سند پہاڑ کی مانند مضبوط ہے۔ سند ثانی اس کا صریح، صحیح اور شاہد ابن عباس سے ہے کہ ان سے حج تمتع کے متعلق سوال ہوا، تو انہوں نے بیان کیا مہاجرین انصار، ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع کے لئے احرام باندھا۔ جب وہ مکہ میں وارد ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بجاتے حج کے عمرہ کی نیت کرو، لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے، وہ حج کے احرام پر قائم رہے۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر کے حلال ہو گئے، ہم نے دوسرے کپڑے زیب تن کئے بیویوں کے ساتھ جماعت کی اور کہہ مارے ساتھ قربانیاں نہ تھیں اور جن کے پاس قربانیاں تھیں وہ حلال نہ ہوئے۔ ہم نے ذی الحج کی آٹھویں تاریخ یوم الترویہ کو حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مناسک حج سے فارغ ہوئے، تو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس پر ہمارا حج اختتام پذیر ہوا۔ (بخاری تعلیقاً، مسلم خارج از صحیح موصول، المستخرج لاسماعیلی، سنن بیہقی (۵/۲۳)، سند صحیح ہے۔ دربالہ رجال الصحیح) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ کی حدیث کو مدرج قرار دینا غلط ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ حضرت عائشہ نے ایک زائد چیز کو محفوظ رکھا جس کو حضرت جابر محفوظ نہ رکھ سکے اور تمتع کے لئے دوبار صفا، مروہ کے درمیان سعی فرمانا ہے۔ ابن عباس کی حد سے ایک اور اہم بات معلوم ہو رہی ہے کہ جو شخص یہ اعمال کرے گا، اس کا حج پورا ہو گیا

آپ نے مکہ میں ظہر کی نماز پڑھائی، پھر بنو عبد المطلب کے پاس پہنچے دیکھا کہ وہ زمزم سے پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہے ہیں تو آپ نے انہیں کہا اے بنو عبد المطلب تم ہی پانی نکالو۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجاتیں گے اور پھر تم نکالنے کی سعادت سے محروم ہو جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ بنفس نفیس شریک ہو کر پانی نکالتا، اس کے بعد انہوں نے آپ کی خدمت میں پانی کا ڈول پیش کیا آپ نے اس سے پانی پیا۔

فصلی بمكة الظهر فاتی بنی
عبدالمطلب وهم لیسقون علی زمزم
فقال انزعوا بنی عبدالمطلب فلو لا
ان یغلبکم الناس علی استقائتکم لنزعتم
معکم فنادوا لولہ ذلوا فاشرب منه
آجاتیں گے اور پھر تم نکالنے کی سعادت سے محروم ہو جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ بنفس نفیس شریک ہو کر پانی نکالتا، اس کے بعد انہوں نے آپ کی خدمت میں پانی کا ڈول پیش کیا آپ نے اس سے پانی پیا۔

(لقبیہ حاشیہ ص ۷۷) اور جو شخص یہ اعمال نہیں کرے گا اس کا حج پورا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اگر صفا، مروہ کے درمیان دوسری بار سعی کرنا کر نہیں، تو واجب ضرور ہے، استحباب کہنا کس بنیاد پر ہے؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول کمزور ہے کہ صفا مروہ کے درمیان دوبارہ سعی مشروع نہیں ہے جبکہ حج عمرہ اکٹھے ہیں، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مقدم ہے آپ نے سعی کا حکم دیا ہے۔ لہذا ابن عمر کی روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھائی (بخاری، مسلم، مطابقت ثابت کرنے کے لئے مختلف قسم کے احتمالات منکور ہیں، لیکن کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی جس سے کسی ایک کو ترجیح دی جاسکے اور دل کو اطمینان حاصل ہو (فودوی، زاد المعاد، نیل الاوطار، پھر ایام تشریح میں آپ منیٰ میں رہے اور جمروں کو کٹکھار تے رہے۔

لے اگر میں نے پانی کے ڈول کو کھینچا تو خطرہ ہے کہ لوگ اس کو بھی مناسک حج میں شامل کر لیں گے اور پھر تم پر غالب آجاتیں گے اور اذہام ہو جائے گا۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام مبارک ہے اور فضیلت کا حامل ہے۔

حضرت عائشہ کے واقعہ کی تکمیل

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ حیض والی ہو گئی تو اس نے بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے تمام مناسک ادا کئے جب وہ پاک ہو گئی تو اس نے کعبہ اور صفا، مروہ کا طواف کیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ! اب تو اپنے حج اور عمرہ سے حلال ہو گئی ہے اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ تو حج، عمرہ دونوں کا ثواب حاصل کریں گے، اور میں صرف حج کا ثواب حاصل کر سکی ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے ان کے برابر ثواب ہے۔ عائشہ نے عرض کیا کہ میں اپنے دل میں سوچ رہی ہوں کہ میں نے کیا حج کیا جبکہ میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکی ہوں۔ راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ

وقال جابر رضى الله وان عائشة حاضت فنسكت الناس لكما غير انهما لم تطف بالبيت قال حتى اذا طهرت طافت بالكعبة والصفا والمروة ثم قال قد حلت من حجاج وعمرتك جميعا قالت يا رسول الله! اتنطقون بحج وعمره وانطلق بحج قال ان لك مثل ما لهم فقالت اني اجد في نفسي اني لم اطف بالبيت حتى حجت قال وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا سهلا اذا هويت الشئ تابعها عليه قال فاذهب

۱۔ جب حضرت عائشہ کی پندرہ روزہ کے جائزہ امور کی طرف ہوتی جیسے عمرہ وغیرہ تو اس

بہایا عبد الرحمن فاعمرها
 من التعظیم فاعتمرت بعد
 الحج ثم اقبلت و ذالک
 لیلة المحصبة۔
 کہ اس کا تعظیم سے اعزاز بندھوا کر عمرہ کراؤ؛ چنانچہ عائشہ نے حج کے بعد عمرہ ادا کیا پھر
 وہ آئی جس رات آپ وادعی محصب میں تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۷۷) وقت آپ اس کی خواہش کی قدر فرماتے اور اس کو عملی جامہ پہناتے
 اس لئے کہ آپ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت رکھتے تھے، خصوصاً طاعاتِ الہیہ
 میں ان کی دل جوئی فرماتے ارشادِ خداوندی ہے (وعاشروهن بالمعروف) نووی
 لہ ابام تشریح کے بعد آپ وادعی محصب میں رات گزارتے۔ یہ وادی منیٰ اور مکہ کے درمیان
 واقع ہے۔

طواف وداع؛ خیال رہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں حج نبوی کا ذکر تفصیل کے ساتھ
 ہے، لیکن کسی روایت میں طواف وداع کا ذکر نہیں ہے۔ ہاں البتہ حضرت عائشہ کی روایت میں
 مذکور ہے حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ادھی رات کے وقت آپ خیمہ میں آئے۔ آپ نے مجھ سے
 پوچھا آپ عمرہ سے فارغ ہو گئیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے صحابہ کرام کو کوچ
 کرنے کا حکم دیا؛ چنانچہ آپ نے صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا (یہ طواف وداع تھا) پھر
 آپ عازم مدینہ ہو گئے (بخاری) (مسلم و السیاق لہ) (ابوداؤد) نہ اس طواف میں اور نہ ہی طواف
 زیارت میں آپ نے رمل کیا (ابن عمر فی الصحیحین)

وقال جابر طاف رسول الله
صلى الله عليه وسلم بالبيت في
حجة الوداع على راحلته يستلم
الحجر بمجذنه لان يراة الناس
ويشرفون ويسألوه فان الناس
غشوه فقالت وقال رفعت
امرأة صبيًا لها الى رسول الله صلى
الله عليه وسلم يا رسول الله
المهذا حج قال نعم ولك اجره
يا رسول الله! اس نچھے کا بھی حج ہے۔ فرمایا، ہاں اور تجھے ثواب ملے گا۔

جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حجۃ الوداع میں سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ
کا طواف کیا۔ حجرِ اسود کا چھڑی کے ساتھ استلام
کیا۔ آپ اونٹنی پر اس لئے سوار تھے کہ آپ لوگوں
سے اونچے ہوں گے تو لوگ آپ کو دیکھ سکیں
گے اور آپ سے مسائل پوچھنے میں آسانی
ہوگی، کیونکہ لوگوں کا اثر و دام بہت تھا، ایک
عورت نے اپنے بچے کو رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی جانب اٹھاتے ہوئے سوال کیا

لے غور فرما لیجئے کہ اس حدیث میں طواف ووداع کا تعین نہیں ہے۔ صرف طواف کا ذکر ہے
اس کا نام نہیں رکھا گیا۔ اس سے پہلے طوافِ قدوم آپ نے پیدل کیا تھا۔ اس طواف کو طوافِ
افاضہ یا طوافِ ووداع کہہ لیجئے۔

ملے یہ حدیث ابن عباس سے بھی مروی ہے اور اس کے بعض طرق میں وضاحت موجود ہے
کہ اس عورت نے یہ فتویٰ آپ سے روضاء میں پوچھا جب آپ مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔
گہ چونکہ عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا ہے، عورت ان کاموں سے اجتناب کر رہی ہے، جن
سے محرم کو اجتناب کرنا چاہیے اور محرم کے افعال ادا کر رہی ہے، اس لئے ان کو اجر و ثواب
ملے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں امام شافعی، امام مالک، احمد جمہور علماء، اس حدیث سے استدلال کر کے

آخر میں مناسک حج کا مختصر خلاصہ پیش کر رہا ہوں تاکہ عوام و خواص اس سے فائدہ اٹھائیں اور حجاج حج کے مسائل سے کاسحہ، واقف ہو سکیں۔

مسائل حج کا خلاصہ

(۱) احرام کی دو چادریں پہننا (۲) احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا (۳) میقات سے احرام باندھنا (۴) حالتہ اور نفاس والی غسل کے بعد احرام باندھیں (۵) حج، عمرہ کا احرام باندھنا (۶) سوار ہو کر حج کرنا (۷) عورتوں بچوں کوچ میں ساتھ لے جانا (۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۱

کہتے ہیں کہ نپتے کا حج صحیح ہے، لیکن حج نفل ہوتا ہے، فرض حج سے کفایت نہیں کر سکتا۔ ایک گروہ اس کا بھی قائل ہے کہ فرض حج سے کفایت کرتا ہے۔ علماء اس رائے کو قابل التفات نہیں سمجھتے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نپتے کا حج صحیح نہیں ہے۔ امام صاحب کے تلامذہ کہتے ہیں کہ وہ نپتے کو حج کی مشق کرانا چاہتے تھے تاکہ وہ بالغ ہو کر حج کے اعمال ادا کرے، وگرنہ اس کا حج درست نہیں ہے۔ حضرت جابر کی حدیث پر جس قدر علم حاصل ہو سکا ہے۔ اس کے تمام الفاظ مختلف طرق اور کتابوں سے جمع کر کے بیان کئے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کی تفصیل میں یہ حدیث سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ والحمد للہ علیٰ توفیقہ وائل اللہ المزید من فضلہ۔

لے شیخ الاسلام مناسک حج میں فرماتے ہیں احرام کے لئے دو چادریں درکار ہیں، خواہ وہ سلی ہوتی ہوں یا نہ ہوں۔ ہمارے مکرم دوست شیخ عبدالرحمن افریقی تو صبح الحج والعمرة ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔ احرام میں جاتز ہے کہ چادریں طولا سلی ہوتی ہوں یا عرضا اس مسئلہ میں علوم فلفظی

والالبیگ بلند آواز سے کہنا (۹)، جس نے حج افراد کی نیت کی۔ یا حج، عمرہ دونوں کو ملایا، لیکن قربانی ساتھ نہیں اس کا حج مفرد یا قرآن کو فسخ کرنا (۱۰)، طوافِ قدم کے ساتھ چکر ہیں (۱۱)، طوافِ قدم میں اضطباع (۱۲)، پہلے تین چکروں میں اگر ٹکڑے لگانا (۱۳)، حجرِ اسود کے نزدیک اللہ اکبر کہنا۔ (۱۴) ہر چکر میں حجرِ اسود کا بوسہ لینا یا رکنِ یمانی کو ہاتھ لگانا (۱۵)، طواف کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کرنا (۱۶)، دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکفرون اور قل هو اللہ احد پڑھنا۔ (۱۷) مقامِ ابراہیم کے تیچھے ان کو ادا کرنا (۱۸)، زمزم سے پانی پینا اور سر پر گرانا (۱۹) حجرِ اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا (۲۰) صفا پر قبلہ رخ کھڑے ہونا (۲۱)، اس پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا توحید کے کلمات کہنا تین بار تحمید، تکبیر، تہلیل کے کلمات کہنا (۲۲) صفا مروہ کے درمیان سات بار سعی کرنا (۲۳) ان دونوں کے درمیان بطنِ وادی میں ہر چکر میں دوڑ لگانا (۲۴) مروہ پر وقوف کرنا (۲۵) مروہ پر اسی طرح اللہ کا ذکر کرنا جس طرح صفا پر کیا تھا (۲۶) دوڑ کو مروہ پر ختم کرنا (۲۷) وہ متمتع یا قارن جس کے ساتھ قربانی نہیں ہے، عمرہ کے بعد بال کٹوا کر اور معروف لباس پہن کر احرام سے حلال ہو جائے (۲۸) متمتع والا عمرہ سے حلال ہوتے وقت سر کے بال کٹوا

دلصیۃ ص ۳۱۰ میں مبتلا ہیں کہ مطلقاً سلی ہوتی چادریں ممنوع ہیں، حالانکہ اگر وہ کسی انسانی عضو کے تناسب سے سلی ہوتی ہوں جیسے قمیص، بنیان، کوٹ، صدری، شلوار یہ تو ممنوع ہیں، لیکن وہ کپڑے جو انسان کے تمام اعضاء پر چاوی ہو، اگرچہ وہ سلا ہو انہ ہونتی ہیں ایسا ہو تو وہ بھی ناجائز ہے، ہاں اگر چادر چھوٹی ہے اس کے ساتھ کچھ اور کپڑے ملا یا گیا ہے تاکہ چادر پوسے بدن کو ڈھانپ لے تو ایسی سلی ہوتی چادر محرم کیلئے درست نہیں ہے۔

مخبر شیخ الاسلام مناسک حج میں فرماتے ہیں کہ احرام فرض یا نفل نماز کے بعد باندھا جائے اگر نفل نماز کا وقت ہو تو سر سے قول میں فرض نماز ادا کر کے احرام باندھ لے، وگرنہ احرام کے لئے کوئی الگ نماز نہیں سچی قول راجح ہے۔

سکتا ہے، منڈانا درست نہیں (۲۹)، آٹھ ذی الحج کو حج کا احرام باندھنا (۳۰)، منیٰ کی طرف روانہ ہونا اور وہاں رات گزارنا (۳۱)، ظہر اور باقی پانچ نمازوں کو وہاں ادا کرنا (۳۲)، عرفات کی ولدی نمرہ میں خیمہ لگانا (۳۳)، وہاں ظہر عصر کی نماز جمع تقدیم کی صورت میں ادا کرنا (۳۵)، عرفہ میں وقوف کی حالت میں روزہ نہ ہو (۳۶)، عرفہ میں خطبہ دینا (۳۷)، عرفہ میں قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا (۳۸)، عرفہ میں لبیک پکارنا (۳۹)، عرفہ سے غروب شمس کے بعد سکون کے ساتھ واپس مزدلفہ آنا، مزدلفہ میں مغرب، عشاء کی نماز کو جمع تاخیر کی صورت میں ادا کرنا۔ (۴۱)، دونوں نمازیں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ادا کرنا (۴۲)، دونوں نمازوں کے نوافل اور سنن کو چھوڑ دینا (۴۳)، مزدلفہ میں رات کو سونا بیدار نہ رہنا (۴۴)، جو نبی کہ فجر نمودار ہو فجر کی نماز پڑھنا (۴۵)، کافی روشنی ہونے تک صبح کی نماز کے بعد مشعر الحرام میں قبلہ رخ وقوف کرنے میں دعائیں مانگنا تحمید و تکبیر اور تہلیل کے کلمات کہنا (۴۶)، راستہ میں بطن محسوس ہونے سے ذرا تیزی کے ساتھ گزرنا (۴۸)، عرفات جاتے ہوئے جو راستہ اختیار کیا تھا، جبروں کی طرف جاتے ہوئے وہ راستہ اختیار نہ کرنا، دوسرے راستے پر چلنا (۴۹)، دسویں ذی الحج کو بطن وادی سے چاشت کے وقت جمرہ کبریٰ کو سات کنکر مارنا (۵۰)، جبروں کو مارے جانے والے کنکر چنے کے دانے کے برابر ہوں۔ (۵۱)، سورج کے زوال کے بعد بھی کنکر مارے جائز ہیں (۵۲) بطن وادی سے کنکر مارے جائیں (۵۳)، ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہی جاتے (۵۴)، جبروں کو کنکر مارتے ہی لبیک کہنا ختم کر دیا جاتے (۵۵)، جبروں کو کنکر مارنے کے بعد محرم کچھ حلال ہو جاتا ہے (۵۶)، ایام تشریق میں زوال شمس کے بعد جبروں کو کنکر مارے جائیں (۵۷)، قارن اور متمتع قربانی ذبح کرے اگر قربانی نہ پائے، تو تین دن کے روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب گھر واپس لوٹے (۵۸)، اونٹ، گائے کی قربانی سات المناوں کی طرف سے

کفایت کرتی ہے (۵۹)، قربانیاں منیٰ اور مکہ میں ذبح کی جائیں (۶۰)، قربانیوں سے گوشت کھایا جائے (۶۱)، جبروں کو کنکر مارنے کے بعد خوشبو لگانا جائز ہو جاتا ہے (۶۲)، سرمٹا یا جاتے (۶۳)، پہلے دائیں جانب سے سرمٹا یا جاتے (۶۴)، دسویں ذی الحج کو خطبہ دینا (۶۵)، طوافِ افاضہ میں رمل نہیں (۶۶)، متمتع طوافِ افاضہ کے بعد صفا مڑہ کے درمیان دوڑ لگاتے، قارن کے لئے سعی نہیں ہے (۶۷)، دسویں ذی الحج ترتیب کے ساتھ مناسک ادا کئے جائیں (۶۸)، دس ذی الحج کے بعد محرم مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے (۶۹)، طواف ختم کرنے کے بعد آب زمزم پینا (۷۰)، ایام تشریق کے تین دن منیٰ کی جانب جانا اور وہاں قیام کرنا (۷۱)، ایام تشریق کے تین دن روزانہ زوال شمس کے بعد تینوں جبروں کو کنکر مارنا (۷۲)، طوافِ وداع بلا رمل کرنا۔

بحمد اللہ تعالیٰ کے خلاصہ پر کتاب کا اختتام کر رہا ہوں۔ واخود عوانا ان

الحمد لله رب العالمين۔

اہم معلومات کا اضافہ

میں چاہتا ہوں کہ اس اشاعت میں چند معلومات کا اضافہ کروں جس میں مدینہ منورہ بیت المقدس کی زیارت کے سلسلہ میں جو بدعات رواج پائی ہیں، ان سے متعلق تحقیقی انداز میں مواد کا ذکر کروں تاکہ جو لوگ لاعلمی سے ان کا ارتکاب کر رہے ہیں، انہیں آگاہ کیا جائے، شاید وہ باز آجائیں اور میری خیر خواہی قبول کریں۔ ظاہر ہے کہ کوئی عمل اس وقت تک عند اللہ مقبول نہیں، جب تک کہ وہ خالصتاً اللہ کی رضامندی کے لئے نہیں کیا جاتا، عمل کے لئے صالح ہونا بھی ضروری ہے اور کوئی عمل اس وقت صالح نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ کتاب و سنت کے موافق نہ ہو۔ محققین اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ہر وہ عبادت جس کو آپ کے قول یا فعل کے ساتھ مشروعیت حاصل نہیں، وہ عبادت ہی نہیں، پس سنت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سنت فعلیہ، دوسری سنت ترکیبہ۔ پس جس طرح وہ عبادت صحیح ہے جہاں کرنا آپ سے ثابت ہے، اسی طرح وہ عبادت غیر صحیح ہے جس کا کرنا آپ سے ثابت نہیں جب آپ نے اس کو چھوڑ دیا ہے، تو اس کا چھوڑنا سنت ہو گا کیونکہ حقیقت نہیں کہ اذان کے کلمات میں اللہ تعالیٰ نے لیکن عیدین کی نماز یا میت کے دفن کے وقت اذان کے کلمات دُبرانہ جائز نہیں ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اس کا چھوڑنا ہی صحیح ہے۔ اذان کے کلمات کے ساتھ تعظیم کا اظہار کرنا ممنوع ہے؛ چنانچہ صحابہ کرام خوب سمجھتے تھے کہ بدعات سے جس قدر دور رہا جائے بہتر ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں جس عبادت کو صحابہ کرام نے عبادت قرار نہیں دیا، تم بھی اس کو عبادت نہ سمجھو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں رسول اکرم کی اتباع کرو اور بدعات سے دور رہو، اس لئے کہ تمہاری ضرورتیں اتباع سے پوری ہو رہی ہیں، تو تمہیں جدیدہ نئے راستوں کی کیا ضرورت ہے؟

پس کس قدر خوش نصیب ہیں، وہ جنہیں اللہ کی توفیق حاصل ہے کہ وہ عبادات میں اتباع سنت کے جادے مستقیم سے نہیں سرکتے اور مدعات کی پراشوب وادیوں سے تنفر اختیار رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کی طرف سے بشارتیں ملتی ہیں کہ اللہ پاک نے ان کی عبادات کو شرف قبولیت بخشا اور انہیں جنت میں داخل فرما دیا۔ جعلنا اللہ من الذین یستمعون القول فیتعون احسنہ

بدعات کی قسمیں

جاننا چاہیے کہ بدعت کی دو مشہور قسمیں ہیں، پہلی قسم ان بدعات کی ہے جن کی نشانی اہل علم کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ قسم بڑی کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ دوسری قسم کی بدعات وہ ہیں جن کے بدعت ہونے پر اہل علم کی طرف سے صراحت نہیں پائی جاتی؛ البتہ سنت اور قواعد و اصول کی روشنی میں ان پر بدعت کا حکم لگانا درست ہوتا ہے پس غور و فکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بدعات کا فردغ چار چیزوں کی وجہ سے ان سے احتیاط ضروری ہے۔

اولاً: ایسی کمزور حدیثیں جو نہ تو قابل استدلال ہوں اور نہ ہی ان کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا درست ہو ظاہر ہے کہ ایسی حدیثیں شرعاً قابل عمل نہیں ہو سکتیں؛ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے ذہن کے موافق علما کمزور حدیثوں کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل دیکھنا ہو تو میری کتاب (مصنف مسؤلۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقدمہ دیکھیں۔

ثانیاً: من گھڑت حدیثیں جن کا اصل ثابت ہی نہیں، لیکن بعض فقہاء کی نظروں سے ان کا موضوع ہونا مخفی رہا، اس لئے انہوں نے ان سے استدلال کرتے ہوئے کچھ احکام ثابت

کر دیتے، ایسے احکام دین میں بدعت کے قبیل سے سمجھے جائیں۔

ثالثاً؛ بعض فقہانہ خصوصاً متاخرین نے کچھ اجتہادات کئے اور استحسانات کا ذکر کیا، لیکن ان کے دلائل کو ذکر نہ کیا، اس لیے کہ ان کے متعلق کوئی شرعی دلیل موجود نہ تھی، اس کے باوجود فقہانہ نے ان کو مسلمات کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ لوگوں نے ایسے بلا دلیل اجتہادات اور استحسانات کو سنت قرار دے دیا اور ان کی اتباع کا پرجا کرنے لگے، حالانکہ حقیقت میں نگاہوں سے اگر دیکھا جائے، تو کوئی شخص جو دینی بصیرت رکھتا ہو، وہ ان کی اتباع کو کبھی جائز نہیں قرار دے سکتا، اس لئے کہ شرعی امور صرف وہ ہیں جن کو اللہ پاک نے مشروع فرمایا۔ ہاں مجتہدین کے استحسانات اگرچہ استحساناً ان پر عمل کرنا جائز ہے اور ان پر عمل کرنے سے عند اللہ مواخذہ نہیں ہوگا، لیکن ان کو شریعت اور سنت قرار دینا کسی بھی شکل میں درست نہیں اور ان کو شریعت سمجھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے جب کہ بعض اجتہادات اور استحسانات سنت ثابتہ کے مخالف ہیں جیسا کہ ان کا ذکر آئندہ اوراق میں کیا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

رابعاً؛ وہ عادات، خرافات جو شرعاً ثابت نہیں ہیں اور نہ ہی عقل ان کو مستحسن گردانتی ہے۔ ہاں عوام الناس جاہل لوگ ان پر عمل کرتے ہیں اور ان کو شریعت کا حصہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ اہل علم نہ صرف یہ کہ ان کی تائید نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان کی تردید کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ تمام بدعات درجات کے لحاظ سے مساوی نہیں ہیں، بعض بدعات تو اتنی

خطرناک ہیں کہ انہیں شرک و کفر کے ساتھ تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے، اور بعض

مرتبہ کے لحاظ سے شرک، کفر سے کم درجہ رکھتی ہیں، لیکن انہی بات قطعی ہے اور اس کا جاننا سب کے لئے ضروری ہے کہ بدعت خواہ کتنی حقیر کیوں نہ ہو، اس کی حیثیت دین میں حرام کی ہے

گو یا کہ بدعت کا ارتکاب کرنے والا حرام کام کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ یہ سمجھنا کہ بعض بدعتیں مکروہ ہوتی ہیں، غلط ہے اور اس کو حرام سے کم قرار دینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے منافی ہے کہ ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں پہنچانے والی ہے۔ بدعت کے موضوع پر علامہ شاطبی کی کتاب (الاعتصام، تحقیقی انداز میں لکھی گئی ہے، اس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

خیال رہے کہ دین اسلام میں جس قدر بدعات کا مسند سنگین ہے، اسی قدر عوام اس سے غفلت برت رہے ہیں، لیکن اہل علم کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے کہ بدعات کس قدر دین اسلام کے چہرے کو مسخ کر رہی ہیں، ارشاد نبویؐ ملاحظہ فرمائیں:

ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يبدع بدعة رواه الطبرانی والفضیاء المقدسی فی الاحادیث المختارة وغيرها بسند صحیح وحسنہ المنذری

بے شک اللہ بدعتی کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک کہ وہ بدعت چھوڑتا نہیں۔ طبرانی، عسائیہ مقدسی نے المختارہ میں اور ان کے غیر نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا۔ منذری نے اس کو حسن کہا۔

بدعت کی شناعت پر شیخ حسن بن علی برہباری کا ایمان افزو بیان

بدعت کی بحث کے اہتمام پر ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کو ایک بہت بڑے امام (جو امام اہل سنت احمد بن حنبل کے شاگردوں میں سے ہیں) کے بیان سے روشناس کروں تاکہ آپ بدعات کے ارتکاب سے باز رہیں۔

لہ طبقات الحنابلة لابن ابی لعلی (۲/۱۸-۱۹۰)

نیز چھوٹی بدعتوں سے بھی بچو، اس لئے کہ بالآخر چھوٹی بدعتیں بڑی بن جاتی ہیں۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ امت مسلمہ میں جس قدر بدعتیں موجود نظر آ رہی ہیں۔ اولاً یہ چھوٹی تھیں اور بظاہر حق کے ساتھ متشابہ تھیں۔ پس بعض لوگ جب ان میں داخل ہوتے تو وہ ان بدعات کے نقصانات سے واقف نہ تھے۔ جب بدعتوں نے خوفناک شکل اختیار کر لی، تو یہ لوگ بدعات کی دلدل سے پاؤں باہر نہ رکھ سکے۔ نتیجتاً لوگوں نے بدعات کو ہی دین سمجھ لیا۔ پس جب بھی آپ کسی کی زبان سے دین کے متعلق کوئی بات سنیں تو اس وقت تک اس بات کو تسلیم نہ کریں جب تک کہ آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بات صحابہ کرام اور علماء سلف سے ثابت ہے اگر آپ کو ثبوت مل جائے تو اس کو قبول کر لیجئے نہ اس میں اضافہ کریں اور نہ اس پر کسی دوسرے انسان کی بات کو ترجیح دیں۔

اچھی طرح سمجھ لیجئے! اس وقت تک آپ میں سے کسی انسان کا اسلام مکمل نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ شریعت اسلامیہ کے احکام کی اتباع نہ کرے اور دل و زبان سے تصدیق نہ کرے۔ اگر دین اسلام کی تعلیمات کے بارے میں آپ یہ نظریہ رکھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ہمیں ضرورت کی تمام چیزوں کے متعلق آگاہ نہیں کیا تو گویا آپ ان کی تکذیب کر رہے ہیں اور ان کے خلاف زبان طعن دراز کر کے اسلام میں افتراق و اختلاف کی خلیج کو وسیع کر رہے ہیں، بدعات کا دروازہ کھول کر گمراہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں اور اسلام میں نئی بات کو داخل کرنے والے گمراہ ہیں۔

امام مالک کا قول

امت محمدیہ کے متاخرین کی اصلاح ان ہی راستوں پر چل کر ہوگی جن راہوں پر

ان کے متقدمین چلتے رہے جن باتوں کو انہوں نے دین نہ سمجھا۔ ان باتوں کو ہم بھی دین نہ سمجھیں۔ ارشادِ نبوی ملاحظہ فرمائیں:

ما ترکت شیئاً یقر بکم الی اللہ
الا وقد امرتکم بہ وما ترکت
شیئاً ینبعدکم عن اللہ ویقر بکم
الی النار الا وقد نہیتکم عنہ۔
دے دیا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمَّ الصَّالِحَاتُ

اعرام سے قبل کی بدعات

۱۔ صفر کے مہینے میں سفر نہ کرنا، نیز نکاح وغیرہ کرنے سے رکنا۔

۲۔ کسی ماہ کے آخر میں سفر کرنے کو مکروہ جاننا، خصوصاً جب چاند عقرب برج میں ہو۔

۳۔ گھر سے سفر کرنے کے بعد گھر والوں کا گھر کو صاف نہ کرنا اور جھاڑو نہ دینا بلکہ

۴۔ حج کے سفر پر نکلتے وقت دو رکعت نفل پڑھنا پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل

یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد سورتیں پڑھنا، فارغ ہونے کے بعد

کہنا اللهم بک انتشرت والیک توجہت، اے اللہ میں تیرے ساتھ چلا اور

تیری طرف متوجہ ہوا، نیز آیۃ الکرسی، سوۃ اخلاص، معوذتین کی تلاوت کرنا، ان کا

۱۷۔ یہ حدیث (کہ جو شخص مجھے صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے گا، میں اس کو جنت کی خوشخبری

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

ذکر احياء العلوم للفرزالي، الفتاوى الهندية اور شرعة الاسلام وغيره میں ملتا ہے، لیکن اس مضمون کی حدیث ضعیف ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ، رقم ۲۷۲)، پس کمزور حدیث کے ساتھ دو رکعات کی تعدیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ علامہ مناوی کا حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے بعد دو رکعات کی مسنونیت ثابت کرنا صحیح نہیں۔ اسی طرح اس مضمون میں حضرت انس سے مروی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو روانہ ہوتے وقت فرماتے: اے اللہ! میں تیرے سہارے نکل رہا ہوں (الحمدیث)، اس کو ابن عدی اور بیہقی نے (۲۵۰/۵) میں ذکر کیا۔ اس میں عمر راوی اور بعض کے قول کے مطابق عمرو بن مساور منکر الحدیث راوی ہے (بخاری)، دیگر محدثین نے اس راوی کو کمزور کہا ہے۔

۵۔ (چار رکعت نماز ادا کرنا، اس مضمون کی روایت کو الخزاز طی نے حضرت انس سے مکارم الاخلاق میں بیان کیا ہے جو کمزور ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سفر پر جانے والا اپنے گھر کا خلیفہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں بنا سکتا کہ وہ چار رکعت نفل پڑھے۔ علامہ عراقی نے بھی اس حدیث کو کمزور کہا ہے۔

۶۔ حج کا سفر اختیار کرنے والا گھر سے نکلنے وقت سورہ آل عمران، آیت لکھری، انا انزلنا اور سورۃ فاتحہ اس نیت سے پڑھے کہ ان کے پڑھنے سے اس کی دنیوی، اخروی تمام ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ یہ حدیث اگرچہ مرفوع ہے لیکن اس کا باطل ہونا واضح ہے کافی التذکرۃ (۱۲۳)۔

(بقیۃ حاشیہ ضلالت)

دیتا ہوں، موضوع ہے الفتاویٰ الہندیہ (۳۳۰/۵۰) دیگر کتب موضوعات۔

۷۔ اس معنی کی حدیث بھی موضوع ہے۔ تذکرۃ الموضوعات۔ (۱۲۲)

۸۔ المدخل لابن الحاج (۶۷/۲)

- (۷) حاجیوں کو الوداع کرتے وقت اور ان کا استقبال کرتے وقت بلند آواز کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا اور اللہ اکبر کہنا بدعت ہے۔
- (۸) حاجیوں کو الوداع کرتے وقت اذان کے کلمات باواز بلند کہنا بدعت ہے۔
- (۹) غلافِ کعبہ کا جلوس نکالنا خلاف سنت ہے۔
- (۱۰) حجاج کو رخصت کرتے وقت گانے وغیرہ کا اہتمام کرنا بدعت ہے۔
- (۱۱) سفر کے لیے تہنائی کو پسند کرنا تاکہ اللہ کے ساتھ محبت کا غلبہ زیادہ ہو جائے جیسا کہ بعض صوفیاء اس نظریہ کے قائل ہیں، خلاف سنت ہے۔
- (۱۲) اللہ پر توکل کا اظہار کرتے ہوئے بلا زاد راہ سفر کرنا جیسا کہ امام غزالی نے (الاجیاء ۳/۲۴۹) میں بلا زاد راہ سفر کرنے کو مستحب گردانا ہے۔ نیز انہوں نے (۲/۲۲۹) میں بلا زاد راہ جنگلوں کی طرف سفر کرنے کو توکل کا اعلیٰ مقام قرار دیا ہے، خلاف سنت ہے۔

امام غزالی کا نظریہ غلط ہے

امام غزالی نے توکل کے پیش نظر جو نظریہ بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر ان کا بیان کردہ نظریہ صحیح ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حقدار تھے کہ آپ اس قسم کے توکل کا اظہار فرماتے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ جب مکہ مکرمہ حج کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں تو

لہ المدخل (۴/۳۲۲) مجلہ النار (۱۲۶/۲۷۱)

لہ الحمد للہ اب یہ بدعت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ المدخل (۴/۲۱۳) الابداع فی مضاہلہ

(۱۳۱-۱۳۲) تفسیر النار (۱۰/۳۵۸)

آپ کے ساتھ قربانیاں تھیں اور پھر کس قدر تعجب انگیز بات ہے کہ امام غزالی جنہیں حجۃ الاسلام کا لقب دیا جاتا ہے ایسا نظریہ پیش کریں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی نص کے بھی خلاف ہو۔ ارشاد خداوندی ملاحظہ فرمائیں:

وتزودوا فان خيرا السداد اور زادراہ لے جایا کر دے بے شک بہترین

التقویٰ - زادراہ پر ہمیزگاری ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں مفسرین رقمطراز ہیں کہ یمن کے لوگ حج پر جاتے لیکن زادراہ نہیں لے جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ (بخاری،

تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ کون سے اسباب تھے جنہوں نے امام غزالی جیسے انسان کو کتاب و سنت کی مخالفت پر اکسایا۔ کیا وہ ان نصوص سے ناواقف تھے؟ ہرگز نہیں۔ بھلا امام غزالی جیسے انسان کی نظروں سے اس قسم کے واضح نصوص مخفی رہ سکتے تھے۔ بالآخر اس بات کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ تصوف نے انہیں اس غلط راہ پر لگایا تصوف کی اوٹ میں نصوص کی تاویل کرنا اور شریعت کے جامدہ مستقیم سے انحراف کرنا صوفیاء کا شیوہ رہا ہے جس طرح متکلمین نصوص کی غلط تاویلات کر کے گمراہ ہو گئے، اسی طرح یہ بھی گمراہ ہو گئے۔ عصمنا اللہ بالسنة من کل ما یخالفہما۔

(۱۳) انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر اختیار کرنا۔ البتہ ان کی قبروں کی زیارت بلا سفر کے اختیار کرنا مشروع ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سمیت تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے اور جو لوگ ابن تیمیہ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ مطلقاً انبیاء کرام صالحین کی قبروں کی زیارت بلا سفر کو جائز نہیں سمجھتے، وہ جاہل خود غرض ہیں لے

لے مجموعۃ الرسائل الکبریٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۲/۳۹۵)

(۱۴) شادنی شدہ عورت بلا محرم حج پر جائے تو جس کے ساتھ وہ سفر حج پر جائے اس کو اپنا محرم بنالے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت انتہائی مذموم ہے اس طرح دو غیر محرم مرد، عورت اکٹھے سفر کرنے والے بے حیائی کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اس قسم کے حیلوں کی گنجائش نہیں ہے مسلمان مرد و عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ تہمت کے مقامات سے کنار کش رہیں۔ لہ

(۱۵) حجاج سے ٹیکس وصول کرنا خلاف سنت ہے۔

(۱۶) دوران سفر جہاں رُکے، وہیں دو نفل ادا کرنا اور ذیل کی دعا کرنا اللہم انزلنی منزلًا مبارکًا وانت خیر المنزلین، مشروع نہیں ہے۔

(۱۷) جہاں بھی رُکے وہاں ایک بار سورہ اخلاص ایک بار آیتہ الکرسی اور ایک بار وما قدر واللہ حق قدرہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔

(۱۸) جہاں بھی رُکے وہاں سے چھباز کھائے، یہ بھی بدعت ہے۔ اس کے استحباب پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے تباہ میں ابن اثیر نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جو شخص جس زمین میں اترے، وہاں کا پیاز کھانے سے اس زمین کا پانی اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا یہ حدیث غریب ہے اس کا اصل ثابت نہیں ہے۔ خیال رہے کہ النہایہ میں کثرت کے ساتھ ایسی

لہ السنن والبتدعات (۱۰۹)

لہ الاحیاء (۲۳۶/۱)

لہ شرح شرعۃ الاسلام ص ۳۶۹/۳۷۳

لہ شرح الشرعۃ ص ۳۸۱

حدیثیں موجود ہیں جو بالکل بے اصل ہیں۔

(۱۹) شریعتِ اسلامیہ میں جس مقام پر جانے کا استحباب ثابت نہیں، وہاں زیور بکرت کے قصد سے جانا بدعت ہے، مثلاً وہ مقامات جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار پائے جاتے ہیں۔ آثار الانبیاء کے سلسلہ میں صحرہ بیت المقدس، دمشق میں مسجد القدم اور انبیاء صلحاء کے مشاہد مزارات قابل ذکر ہیں۔

اس سلسلے میں حضرت عمر سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے سفر حج میں لوگوں کو کسی مقام کی طرف جانے دیکھا تو استفسار کیا لوگ کہاں جا رہے ہیں بتایا گیا لوگ اس مقام کی طرف نماز ادا کرنے جا رہے ہیں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اہل کتاب کی ہلاکت کا سبب یہی تھا۔ انہوں نے انبیاء کے آثار کو معبد خانے بنا لیا۔ یاد رکھو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی اگر اس مقام پر نماز کا وقت ہو جائے تو نماز ادا کرنے میں کچھ حرج نہیں، لیکن وہاں نماز کے لئے قصد جانا جائز نہیں۔ یہ مسئلہ تحذیر الساجد ص ۹ پر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ الاحیاء (۱/۲۳۵) کا مطالعہ کریں گے، تو آپ کو عجیب و غریب معلومات حاصل ہوں گی۔ ۱۱۱

لہ اقتفاء الصراط المستقیم (ص ۱۵۱ و ۱۵۲)

لہ راقم الحروف نے تحذیر الساجد کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔ مجدد اللہ کتابیہ پوربھس سے آراستہ ہو کر ہاتھوں ہاتھ تک رہی ہے۔ اس وقت اس کا تیسرا ایڈیشن چھپ کر بازار میں آ گیا ہے۔ واللہ علی ذالک۔

(۲۰) مقام تبوک پہنچنے پر ہتھیاروں کو فضا میں ہلانا بے اصل ہے یہ

احرام، لبیک وغیرہ میں کونسی بدعات ہیں؟

(۲۱) حالت احرام میں صرف مخصوص جوتوں کی اجازت سمجھنا جن کے شرائط بعض کتب میں منقول ہیں، حالانکہ ان شروط کا سنت میں کچھ ذکر نہیں ہے اور جس شرط کا ذکر کتاب اللہ اور صحیح حدیث میں نہیں ہے، وہ باطل ہے۔ (بخاری)

اس مسئلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اس قدر منقول ہے کہ حالت احرام میں آپ ایسا جوتا پہنیں جو ٹخنوں کو نہ ڈھانپے؛ لہذا موزے پہننا جائز نہیں۔ چونکہ وہ ٹخنوں کو چھپا لینے ہیں، اسی لیے آپ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اگر کسی انسان کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزے پہن سکتا ہے، لیکن ضروری ہے کہ وہ ان کو نیچے سے کاٹ دے تاکہ ٹخنے ننگے ہو جائیں۔ اس شرط کے علاوہ اپنی طرف سے شرائط کا اضافہ کرنا خواہ مخواہ لوگوں کو مشکلات میں ڈالنا ہے۔ اور الدین لیسر کے بھی منافی ہے (بخاری، مسلم)

(۲۲) میقات سے قبل احرام باندھنا بھی خلاف سنت ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حج کے تمام ہونے سے یہ بات بھی ہے کہ تو اپنے گھر سے احرام باندھ لے، یہ حدیث منکر ہے تفصیل کے لئے دیکھیں الاحادیث الضعیفہ (رقم ۲۱۰)

علاوہ بریں اس کے معارض صحابہ کی ایک جماعت حضرت عمر، حضرت عثمان وغیرہ سے مرفوع اور موقوف روایت مروی ہے۔ سابقہ حوالہ ملاحظہ کریں۔ نیز ابن عیینہ سے منقول

لے الاختیارات العلمیۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ (۷۰)

ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن انس سے سنا ان کے پاس ایک آدمی آیا اس نے سوال کیا میں کہاں سے احرام باندھوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں جہاں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تھا اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مسجد نبوی بلکہ روضہ نبوی سے احرام باندھوں۔ آپ نے فرمایا آپ یہ نہ کریں اس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ اس نے سوال کیا اس میں کیا فتنہ ہے؟ زیادہ مسافت سے احرام باندھ کر آنے میں کیا مضائقہ ہے؟ اس پر انہوں نے کہا اس سے بڑھ کر اور فتنہ کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ایسی فضیلت حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کریں جس فضیلت کو حاصل کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوتاہ رہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فليحذر الذين يخالفون
عن امره ان تصيبهم فتنة
اولي صيبتهم عذاب اليم

جو لوگ اس پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں
انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان کو فتنہ یا دردناک
عذاب اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔

اس آیت کی روشنی میں اس انسان کا کیا مقام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتا اور میتات سے قبل احرام باندھ لیتا ہے۔ واللہ المستعان۔

(۲۳) احرام میں اضطباع کرنا حالانکہ اضطباع کی مسنونیت بیت اللہ کے طواف کے قریب زمانہ میں تو ثابت ہے، پہلے ثابت نہیں، بلکہ بے بنیاد ہے۔

(۲۴) احرام باندھتے وقت زبان سے نیت کرنا، خلاف سنت ہے۔

۱۷ تلبیس ابلیس لابن الجوزی ص ۱۵۴۔ شرح الہدایہ (۱۳۲/۲)

۱۸ فتح القدیر (۱۵۰/۲) حاشیہ ابن عابدین (۲۱۵/۲)

- (۲۵) حج کی ادائیگی کے زمانہ میں خاموشی اختیار کرنا بدعت ہے۔
 (۲۶) حجاج کا بیک زبان ٹولیوں کی شکل میں لبیک کہنا بدعت ہے۔
 (۲۷) حجاج کا لبیک کی بجائے اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہنا بھی بدعت ہے۔
 (۲۸) لبیک کے بعد ذیل کے کلمات کہنا۔

اللهم انى اريد الحج فيسرلى
 واعنى على اداء فرضه وتقبله
 منى اللهم انى لويت اداء
 فريضتك فى الحج فاجعلنى
 من الذين استجابوا لك
 کے طالب ہیں۔

اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، تو
 اس کو میرے لیے آسان فرما اور فرض کی
 ادائیگی پر میری مدد فرما اور حج کو مجھ سے قبول
 فرما۔ اے اللہ میں فریضہ حج کی نیت کرتا ہوں
 تو مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو تجھ سے قبولیت

ان کلمات کے کہنے کا کچھ ثبوت نہیں ہے؛ البتہ امام غزالی اور باجوری نے ان
 کلمات کہنے کو مستحب کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کو مشائخ کا طریقہ کہا جاسکتا
 ہے، وگرنہ حدیث کا علم رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ ان کلمات کے کہنے کا کچھ ثبوت
 نہیں ہے۔

(۲۹) مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد کا قصد کرنا جیسا کہ صفا سے نیچے ابوبس

لے الاقتصار (ص ۶۰)

لے شرح الطریقتہ الحمدیہ للحاج رجب (۱/۱۱۵)، المدخل لابن الحاج (۲/۲۲۱)

۳ کنز العمال عن ابن عباس (۳/۳۰)

کے دامن اور مولدِ نبوی یا ان مساجد کا قصد کرنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بنیاد پر بنائی گئی ہیں، خواہ وہ مکہ مکرمہ کے ماحول میں واقع ہوں، ان کا قصد کرنا بدعت ہے۔ (۳۰) مکہ مکرمہ کے ماحول میں بعض پہاڑوں اور دیگر مقامات کا قصد کرنا مثلاً حرا پہاڑی اور اس پہاڑ کا قصد کرنا جو نبی میں واقع ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ذبح کیا گیا تھا۔ اسی طرح کے دیگر مقامات جن کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سمجھتے ہوئے لوگ قصد کرتے ہیں۔

(۳۱) حضرت عائشہ صدیقہ کے نام پر تعمیر شدہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے قصد کرنا بدعت ہے۔

(۳۲) بیت اللہ کے سامنے قاتلوں کو صلیب پر لٹکانا بدعت ہے۔

بدعاتِ طواف

(۳۳) طواف کے لئے غسل کرنا بدعت ہے۔

(۳۴) طواف کی حالت میں جرابیں وغیرہ پہننا تاکہ پاؤں کو تروں کی بیٹھ سے محفوظ رہیں

۱۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ (۲/ ۳۸۸ - ۳۸۹) تفسیر سورۃ اخلاص لابن تیمیہ (۱۷۹)

۲۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ (۲/ ۲۸۹)

۳۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ (۲/ ۳۵۷ - ۳۵۸)

۴۔ الاقتصار (۱۰۱)

۵۔ القواعد النورانیہ لابن تیمیہ (۱۰۱)

اور ہاتھوں کو ڈھانپنا تاکہ کسی عورت کو ہاتھ نہ لگے۔ یہ بھی بدعت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کام کا ارتکاب کرنے والا سنت کا مخالف ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہمیشہ کے لئے ننگے پاؤں اور ننگے ہاتھوں بیت اللہ کا طواف کرتے رہے، جبکہ مکہ میں کبوتر تھے اور عورتیں بھی طواف کرنے والوں میں شامل ہوتی تھیں۔

(۳۵) محرم کا مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد تحتیۃ المسجد پڑھنا بھی بدعت ہے، اس لیے کہ مسجد حرام کا تحتیۃ طواف ہے اور طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

(۳۶) طواف کرنے والے کا کنا کہ میں طواف کے ان سات پکروں سے فلاں فلاں نیت رکھتا ہوں۔

(۳۷) حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت ہاتھوں کو یوں اٹھانا جیسا کہ نماز میں رفع الیدین کی جاتی ہے بدعت کا کام ہے۔

علامہ فیروز آبادی نے ذکر کیا ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت ہاتھوں کو اٹھانا جاہلوں کا کام ہے۔ اس کا جواز ثابت کرنے والے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ

۱۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ (۲/۳۷۴)

۲۔ القواعد النورانیۃ لابن تیمیہ (۱۰۱)

۳۔ زاد المعاد (۱/۳۵۵)، الروضۃ الذیہ (۱/۲۶۱)

۴۔ زاد المعاد (۱/۳۰۳)، سفر السعاده لفیروز آبادی (ص ۷۰)

سات مقامات کے غیر میں ہاتھوں کا اٹھانا درست نہیں ہے۔ ان سات مقامات میں حجر اسود کا بوسہ لینے کے مقام کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کا جواز ثابت کرتے ہوئے اس حدیث سے حجت پکڑی گئی ہے، لیکن اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ مزید برآں شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں حجر اسود کا ذکر بالکل بے اصل ہے۔ نصب الراية (۳۸/۲) کا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۸) حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت آواز بلند کرنا بھی بدعت ہے۔

(۳۹) حجر اسود کا بوسہ لینے میں بھیڑ کرنا اور امام سے پہلے اس لئے سلام پھیر دینا تاکہ حجر اسود کا بوسہ لینے میں آسانی ہو غیر مشروع ہے۔

(۴۰) حجر اسود یا رکن یمانی کے بوسہ یا چھونے کے لئے دامن اٹھانا اور عجلت اختیار کرنا بھی بدعت ہے۔

(۴۱) حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت ذیل کے کلمات کنا بھی بدعت ہے اللهم ایمانا بک وتصدیقا بکتا بک (اے اللہ تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور تیری کتاب کی تصدیق کرتا ہوں)۔ چنانچہ امام مالک نے حجر اسود کے قریب جا کر ان کلمات کے کہنے کا رد کیا ہے۔ اس مسئلہ میں اگرچہ حضرت علی، ابن عمر سے موقوف روایت مروی ہے، لیکن دونوں سے مروی موقوف حدیث کی سند ضعیف ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث پر شیبی کا کہنا (کہ اس کے رواۃ صحیح کے

۱۔ فتح القدیر (۲/۱۴۸-۱۵۳) ۲۔ الذخل (۴/۲۲۳)

۳۔ شرح الطریقۃ المحمدیہ لرجب (۱/۱۲۲)

۴۔ الذخل (۴/۲۲۵)

رداۃ ہیں، درست نہیں، اس لیے کہ امام شہیمی پر رواۃ کا اختلاط ہو گیا تھا، وہ بعض دفعہ دو مختلف راویوں کو ایک سمجھ لیتے ہیں تفصیل کے لئے دیکھیں (سلسلۃ الاعادیت الضعیفہ)

(۲۲) حج اسود کو بوسہ دیتے وقت (اللهم انى اعوذ بك من الكبر والفاقة ومراقتب الخذى فى الدنيا والاخرى)، (اے اللہ! میں تیرے ساتھ تکبر، فاقہ اور دنیا، آخرت میں ذلت کے راستوں سے پناہ مانگتا ہوں)، پڑھنا بھی بدعت ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ سیوطی نے ذیل الموضوعات میں جو حدیث ذکر کی ہے اس میں نہشل راوی کذاب ہے جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔

(۲۳) طواف کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا بھی بدعت ہے۔

(۲۴) کعبہ کے دروازے کے سامنے ذیل کے کلمات کہنے بھی بدعت ہیں:

اللهم ان البيت بيتك والحرم	اے اللہ! بے شک بیت اللہ تیرا گھر
حرمك والامن اُمنك وهذا	اور حرم تیرا حرم بنایا ہوا ہے اور امن تیرا
مقام العائذ بك من النار	عطا کردہ ہے۔ یہ (یعنی مقام ابراہیمؑ کا)
مشيرا الى م ابراھيم	انسان کا مقام ہے جو تیرے ساتھ درخ
عليه السلام	سے پناہ مانگنے والا ہے۔

(۲۵) رکن کے پاس ذیل کے دعائیہ کلمات پڑھنا بھی بدعت ہے:

اللهم انى اعوذ بك من الشك اے اللہ! میں تیرے ساتھ شک

لہ ذیل الموضوعات (ص ۱۲۲)

لہ المدخل (۱/۱۲۲)

والشرك والشفاق والنفاق
وسوء الاخلاق وسوء المنقلب
فی الاهل والمال والولد -
شرك، اخلاف، نفاق، بڑے اخلاق اور
اہل، مال، اولاد میں اندوگین منظر سے
پناہ مانگتا ہوں۔

(۴۶) پرنالے کے نیچے کھڑے ہو کر ذیل کے دُعا یہ کلمات بھی بدعات سے
شمار کئے جاتے ہیں۔

اللهم اظلني في ظلك يوم
لا ضل الا ظلك واسقني بكاس
سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم
شربة هنيئة مريئة لا اظمأ
بعدها ابدا يا ذا الجلال
والاكرام -
اے اللہ! مجھے اپنے سائے میں جگہ عطا کر
جب تجھے سائے کے ہو کوئی سایہ نہ ہوگا اور مجھے
آقائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے کے سا
ایسا پانی پلا جو خوش گوار اور خوش ہضم ہو،
اس کو پی کر پھر کہیں پیاس نہ لگے۔ اے
ذوالجلال والاکرام۔

(۴۷) طواف میں رمل کے دوران ذیل کی دعا مانگنا بھی خلاف سنت ہے۔

اللهم اجعل جعبه ردا و
ذنباً مغفوراً وسعيّاً مشكوراً
وتجارة لن تبور يا عزيزيا
غفور -
اے اللہ! تو اس کو حج مبرور بنا اور
گناہ معاف کر اور میری کوشش کو عزت
کی نگاہ سے دیکھ اور یہ تجارت میرے لئے
بربادی کا باعث نہ بنے۔

اس دُعا کے بارے میں علامہ رافعی نے مرفوع حدیث ذکر کی ہے جو بے اصل ہے جیسا کہ
حافظ ابن حجر نے التلخیص میں اس کے بے اصل ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۴۸) طواف کے باقی چار حکموں میں جن میں رمل مسنون نہیں۔ ان میں ذیل کی دُعا مانگنا خلاف سنت ہے۔

رب اغفر وارحم وتجاوز
 عما تعلم انك انت الاعز
 الاکرم۔
 اے پروردگار معاف فرما، رحم کر اور
 ان خطاؤں سے درگزر فرما جن کو تو جانتا
 ہے بے شک تو غالب عزت والا ہے۔

طواف کے دوران مستحب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرے اور جو دعائیں مشروع ہیں، ان کو پڑھے۔ اگر نیت آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرے، تو کبھی کبھی حرج نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس میں کسی خاص ذکر کا تعین نہیں ملتا۔ تو لَوْ فَعَلًا تَعْلِيمًا کسی طرح سے کچھ معلوم نہیں؛ البتہ تمام مشروع دُعائیں مانگ سکتا ہے۔ اسی طرح پرنالے کے نیچے کھڑے ہو کر کوئی مخصوص دُعا ثابت نہیں جیسا کہ اکثر لوگ وہاں مخصوص دعائیں کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ دونوں رکنوں کے درمیان طواف ختم فرماتے ہوئے ذیل کی دُعا مانگتے؛
 ربنا اتنا فی الدنيا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار
 تمام ائمہ کرام اس پر متفق ہیں کہ طواف کے دوران کسی مخصوص دعا کا ذکر کہیں نہیں ہے۔
 (۴۹) رکنِ یمانی کا بوسہ لینا بھی خلاف سنت ہے۔

(۵۰) دونوں شامی رکنوں مقامِ ابراہیم کا بوسہ لینا اور ان کو ہاتھ لگانا بدعت ہے۔

(۵۱) کعبہ کی دیواروں اور مقامِ ابراہیم کا مسیح کرنا بھی بدعت ہے۔

لے المدخل (۲۲/۴) ۲۲۴، لے الاقتضاء (۲۰۴) مجموعۃ الرسائل (۳۴۱/۲) الاختیارات العلمیة

لابن تیمیہ (ص ۳۹۹ تفسیر سورۃ اخلاص ص ۱۴۴) اعاشۃ اللہفان (۲۱۲/۱) اسنن البدع (۱۱۳)

(۵۲) بیت اللہ کے دروازہ کے بالمقابل دیوار میں ایک اونچی جگہ ہے جس کو لوگ العروة الوثقی کہتے ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ جو شخص اس کو ہاتھ لگاتا ہے تو گویا کہ اس نے العروة الوثقی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیا۔ اس کو ہاتھ لگانا بھی بدعت ہے۔ کچھ لوگ اس کو چھونے میں سخت تکلیف اٹھاتے ہیں، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو کر اس بلند جگہ کو ہاتھ لگانا ضروری سمجھتے ہیں۔ بسا اوقات عورتیں مردوں پر چڑھ جاتی ہیں۔ لہ

(۵۳) بیت اللہ کے درمیان ایک پائپ ہے جس کو دنیا کا مرکزی پائپ سمجھا جاتا ہے، لوگ ناف سے کپڑا ہٹا کر اس سے ملاتے ہیں۔ اس پریٹ کے بل لیٹ جاتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم نے اپنی ناف کو تمام دنیا کی ناف پر رکھ دیا ہے۔

علامہ ابن ابہمام نے اس کو اور اس سے پہلے کام کو بدعت باطلہ کا نام دیا ہے۔ ان کا کچھ ثبوت نہیں اور اس قسم کے کام وہ لوگ کرتے ہیں جو عقل سے کورے ہیں۔
(۵۴) بارش میں طواف کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ جو شخص یہ کام کرے گا۔ اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس مضمون کی حدیث کو امام بخاری اور دیگر محدثین نے بے اصل قرار دیا ہے۔

(۵۵) کعبہ کے میزاب رحمت سے بارش کے اترنے والے پانی سے برکت کے لئے نہانا بدعت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

لہ الباعث علی انکار البدع والحوادث لابن شامة (ص ۶۹، فتح القدير لابن الهمام (۲/۱۸۲، ۱۸۳)؛
الابداع (ص ۱۶۵)، لہ سابقہ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

(۵۶) میسے کچیلے کپڑوں میں طواف کرنے کو اچھا نہ جاننا بھی بدعت ہے۔
 (۵۷) آب زمزم پینے کے بعد بچے ہوتے پانی کو دوبارہ کنوئیں میں گرانا اور ذیل کے
 کلمات کے ساتھ دُعا مانگنا بھی بدعت ہے۔

اللهم انى اسئلك ذوقاً واسعاً
 وعلماً نافعاً وشفاءً ا من
 يا الله! میں تجھ سے رزق میں فراخی، نفع
 دینے والے علم اور ہر بیماری سے شفا یا
 کا سوال کرتا ہوں۔

(۵۸) آب زمزم سے غسل کرنا بھی بدعت کا کام ہے؛ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
 يستحب ان يشرب من ماء
 زمزم و يتصلع منه ويدعو
 عند شربه بما شاء من الادعية
 الشرعية ولا يستحب الاغتسال منها
 زمزم کا پانی سیر ہو کر پینا مستحب
 ہے اور پانی پیتے وقت شروع دُعا میں
 پڑھ سکتا ہے، جبکہ اس سے نہ سنا
 مستحب نہیں ہے۔

(۵۹) اپنی داڑھیوں کپڑوں اور نقدی کو آب زمزم میں بھگوننا حصول برکت کے لیے بدعت ہے۔
 (۶۰) فقہ کی بعض کتب میں مرقوم ہے کہ آب زمزم پیتے وقت کئی بارسانس لینا مستحب ہے
 اور ہر دفعہ بیت اللہ کی جانب نظر اٹھا کر دیکھے۔ الحمد للہ آج کل یہ بدعت معدوم ہو گئی ہے
 جبکہ زمزم کے کنوئیں پر جو قبہ تعمیر تھا اس کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا گیا ہے تاکہ نمازیوں
 کے لئے وافر جگہ نکل آئے اب زمزم کا کنواں مسجد کے فرش کی سطح سے نیچے ہے۔ وہاں پانی
 پینے والا بیت اللہ کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔

۱۰ النسک (ص ۳۸۸)

لہ الاقتصار لابن تیمیہ (۶۰)

لہ السنن والبدعات دص ۱۱۳

صفا، مروہ کے درمیان سعی کرنے میں بدعات کا بیان

(۶۱) صفا، مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لئے وضو کا اہتمام کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس طرح ہر قدم کے بدلے ستر ہزار درجات بلند ہوتے ہیں، خلاف سنت ہے۔ اس مفہوم کی حدیث کو علامہ سیوطی موضوعات میں لائے ہیں۔

(۶۲) صفا پہاڑی پر چڑھ کر دیوار کے ساتھ چٹنا بھی بدعت ہے۔

(۶۳) صفا سے اترتے ہوئے ذیل کے کلمات کے ساتھ دعا کرنا بھی بدعت ہے۔

اللہم! استعملنی بسنتہ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین۔	اے اللہ! مجھے اپنے نبی کی سنت کا عامل بنا اور مجھے اس کے مذہب پر فوت کرا اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے محفوظ فرما یا ارحم الراحمین میں تیری رحمت مانگتا ہوں۔
--	---

اس دعا کے بعض کلمات حضرت ابن عمر سے منقول ہیں۔ امام بیہقی نے ان کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کی سند کمزور ہے۔

(۶۴) صفا، مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے ذیل کے کلمات کے ساتھ دعا مانگنا بھی بدعت ہے۔

رب اغفر وارحم و تجاوز
اے میرے رب معاف کر اور رحم فرما

لہ الذیل (ص ۱۲۲) التذکرہ (ص ۷۴)

لہ حاشیہ ابن عابدین (۲/۲۳۲)

عَمَّا تَعَامُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ
الْأَكْرَمُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا
مَبْرُورًا أَوْ عَمْرَةً مَبْرُورَةً
مَغْفُورًا اللَّهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ اللَّهُ أَكْبَرُ
عَلَى مَا هَدَانَا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
عَلَى مَا أَوْلَانَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
تَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ الْوَالِي
قَوْلُهُ وَلَوْ كَسَفَتِ السَّمَاوَاتُ

اور جن گنہوں کو تو جانتا ہے۔ ان سے رگڑ
فرما بے شک تو غائبِ عزت والا ہے۔ اے
اللہ تو اس حج کو حج مبرور فرما اور عمرہ کو بھی
عمرہ مبرور فرما اور گناہ معاف کر دے۔ اللہ
بڑا ہے اور اللہ کے لیے تمام تعریفیں
ہیں۔ اللہ بڑائی والا ہے جس نے ہم کو
بذیت بخشی اور تمام حمد اللہ کے لئے ہے
جس نے ہم کو انعامات عطا فرمائے اللہ
کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ
اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی
کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے
تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے واللہ
کے اس قول تک، اگر یہ کافر بڑا ہی سمجھیں۔

البتہ حضرت ابن عمر سے یہ روایت یہتی ربنا غفور ورحیم واننا لعننا الاکرم موقوف ثنابت سے،
(۶۵) صفا، مروہ کے درمیان چودہ پیکر لگا کر صفا پر اختتام کرنا بھی خلاف سنت
ہے، جبکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سنت سات چکر ہیں اور ختم مروہ پر کیا جاتے۔
(۶۶) حج یا عمرہ میں صفا، مروہ کے درمیان ایک سے زیادہ بار سعی کرنا بھی بدعت ہے۔
(۶۷) صفا، مروہ کی سعی کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنا بھی بدعت ہے۔

شرح النووی علی مسلم (۲۵/۹)

لے الباعث علی انکار البدع (۲۸) القواعد النورانیہ لابن تیمیہ (۱۰۱)

اگرچہ علماء کی ایک جماعت ان دو رکعتوں کا قیاس طواف کی دو رکعتوں پر کرتے ہوئے ان کو مستحب، اگر دانہنی ہے لیکن درست نہیں۔

علامہ ابن الہمام کی دلیل

طواف کی رکعتوں پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں، جبکہ ان دو رکعتوں کے جواز پر نص صریح موجود ہے؛ چنانچہ مطلب بن ابوداؤد نے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب سعی سے فارغ ہوئے، تو آپ نے نہ مطاف کے کنارے میں دو رکعتیں پڑھیں۔ طواف کرنے والوں اور آپ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔

علامہ ابن ہمام کی غلطی

ابن ہمام کو وہم ہو گیا حدیث میں لفظ سعی کا نہیں ہے بلکہ سبح کا ہے جس کا معنی ساتواں چکر ہے کہ آپ طواف کے ساتویں چکر کے بعد آتے اور دو رکعت نفل پڑھے۔ دیکھتے ابن ماجہ (۲۹۵۸) مسند احمد میں لفظ السبوع کا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا پھر دو رکعت نفل ادا کئے۔ بایں ہمہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے؛ اس میں اضطراب اور جہالت ہے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ رقم (۹۳۲)

(۶۸) فرض نماز کی جماعت میں شریک نہ ہونا اور صفائے روہ کے درمیان مسلسل سعی جاری رکھنا بھی بدعت ہے۔

(۶۹) منیٰ پہنچ کر متعین دعا کا التزام کرنا جیسا کہ احیاء العلوم میں اس کا ذکر بھی ثابت نہیں۔

دُعای ہے: اللهم هذه مني
 فامنن علي بما مننت بعلي اوليائك
 واهل طاعتك
 اے اللہ! یہ منی ہے پس تو مجھ پر احسان
 فرما جس طرح تو نے اپنے دوستوں اور
 طاعت کرنے والوں پر احسان کیا ہے۔
 وہاں سے روانہ ہوتے وقت کہنا اللهم اجعلها خیر عند وَا غد وبتها قط
 (اے اللہ تو میرے لئے بہتر صبح کر جو میں نے کبھی کی ہو) بھی بدعت ہے۔

عرفات کی بدعتیں

(۷۰) ذی الحج کی آٹھویں تاریخ ایک ساعت کے لئے احتیاطاً عرفات میں وقوف کرنا
 کہ کہیں چاند کی غلطی سے یہ دن نویں کا نہ ہو، خلاف سنت ہے۔
 علامہ غزالی نے اس کو مستحسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے،
 لیکن امام غزالی جیسے فقیہ انسان سے اس قسم کی احتیاط کا نقل ہونا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ظاہر
 ہے کہ اگر اس قسم کی احتیاط مستحسن ہوتی، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور احتیاط فرماتے۔
 آپ سے زیادہ پرہیزگار کون ہو سکتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
 احتیاط وہ صحیح ہوتی ہے جو سنت معلومہ کے خلاف نہ ہو۔ اگر سنت کے مخالف ہو تو وہ
 احتیاط بھی غلط ہوتی ہے۔
 (۷۱) عرفہ کی رات منیٰ میں چہرا غاں کرنا بھی خلاف سنت ہے۔

لے المجموعۃ الرسائل (۲/۳۷۴)

لے المجموعۃ الرسائل (۲/۳۷۴ - ۳۷۸ - ۳۷۹) البیہقی فی حاشیۃ (۲/۲۱۱)

(۷۲) عرفہ کی رات ان دس کلمات کو ایک ہزار بار پڑھ کر دعا کرنا بھی بدعت ہے۔

کلمات ملاحظہ فرمائیں :

پاک ہے وہ ذات جس کا عرش آسمان	سبحان الذی فی السماء
میں ہے پاک ہے وہ ذات کہ زمین میں ہے	عرشہ سبحان الذی فی الارض
اس کا چلنا پاک ہے وہ ذات کہ سمندر	موطئہ سبحان الذی فی البحر
میں اس کا راستہ ہے۔	سبیلہ الخ

ان کے متعلق ایک حدیث وارد ہے، لیکن اس کی سند کمزور ہے، بلکہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور اس کی عدم صحت کو واضح کیا ہے۔ سیوطی نے (الالی)، میں تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کا ضعیف ہونا یقینی ہے۔

(۷۳) آٹھ ذی الحج کو مکہ سے سیدھے عرفات چلے جانا اور عرفہ کی رات منیٰ میں نہ بسر کرنا بھی

خلاف سنت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرفہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا ضروری ہے، لیکن علوم الناس اس سنت میں تساہل سے کام لے رہے ہیں، پھر حجاج کو طواف کرانے والے بھی علوم کی موافقت کرنے میں پیش پیش ہیں، انہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت فوت ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ بعض فقہا بھی اس کو کچھ اہمیت نہیں دیتے جیسا کہ امام غزالی نے کہا ہے کہ اگر منیٰ میں رات بسر نہ کی جائے، توجح میں کچھ نقص نہیں آتا۔

(۷۴) منیٰ سے عرفات کی جانب رات کو روانہ ہونا بھی ^{ظاہر} سنت ہے۔ سنت یہ ہے کہ

عرفہ کے دن سورج کے طلوع کے بعد منیٰ سے روانہ ہو جائے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۷۵) عرفہ کی رات کو عرفات کی پہاڑی پر آگ جلانا اور روشنی کرنا بھی بدعت ہے۔

(۷۶) عرفہ کے دن غسل کرنا بھی سنت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے

دکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر، عید الاضحیٰ اور عرفہ کے دن غسل فرماتے تھے، ضعیف ہے۔ علامہ زبلی نے نصب الرایہ (۱/۸۵) میں اور علامہ ابن الہمام نے الفتح (۱/۴۵)

میں اس کو سخت کمزور لکھا ہے؛ البتہ اس کے بارے میں ابن تیمیہ کو غلطی لگی ہے جبکہ انہوں

نے مجموعہ (۲/۳۸۰) میں ذکر کیا ہے کہ حج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

صحابہ کرام سے صرف تین غسل کا ذکر آیا ہے، احرام کے لئے غسل کرنا، مکہ میں داخل ہونے

کے لئے غسل کرنا، عرفہ کے دن غسل کرنا، ان کے علاوہ سبھی غسل بدعت ہیں، مثلاً رمی جمار

کے لئے غسل کرنا طواف کے لئے غسل کرنا، مزدلفہ میں رات گزارنے کے لئے غسل کرنا

سب بے اصل اور بدعت ہیں۔

(۷۷) عرفات کے قریب پہنچ کر پہاڑ کو دیکھتے ہی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ

واللہ اکبر کرنا بھی بدعت ہے۔

(۷۸) وقوف سے پہلے دوپہر کے وقت ہی عرفات کے میدان میں پہنچ جانا بدعت ہے۔

(۷۹) عرفات پہاڑ پر سو بار لا الہ الا اللہ کرنا، پھر سو بار سورۃ اخلاص پڑھنا، پھر رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود پڑھنا اور آخر میں وعلینا معہم کا اضافہ کرنا خیال

رہے اس مضمون کی حدیث سنداً صحیح نہیں ہے۔ بیہقی نے اس روایت کو عجیب و غریب قرار

لہ الباعث علی انکار البدع (۶۹) مجموعۃ الرسائل (۲/۳۷۸-۳۷۹) الاعتصام للشاطبی

(۲/۲۷۳) الابداع فی مضار الابداع (۱۶۵) لہ الابداع (۱۶۶)

دیا ہے؛ البتہ سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے۔ جس کو وضع کی طرف منسوب کیا جاسکے۔

(۸۰) عرفات میں خاموش رہنا اور کوئی دُعا کرنا بھی خلافِ سنت ہے۔

(۸۱) عرفات میں خصوصیت کے ساتھ جبلِ رحمت پر چڑھنا بھی مسنون نہیں ہے۔

(۸۲) جبلِ رحمت پر بنے ہوئے قبة میں داخل ہونا (جس کا نام قبة آدم ہے)، اُس میں

نماز پڑھنا اور بیت اللہ کے طواف کی طرح اس کا طواف کرنا بھی مشروع نہیں ہے۔

(۸۳) اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ پاک عرفہ کی شام خاکستری اونٹ پر سوار ہو کر اترتے

ہیں۔ سواروں سے مصافحہ اور پیادہ لوگوں سے معافہ کرتے ہیں۔ اس مضمون کی حدیث اللہ

اور اس کے رسول پر بہت بڑا کذب ہے اور اس کا قائل بہت بڑا کذاب انسان ہے۔

(۸۴) عرفات میں امام کا دو خطبے دینا جمعہ کے خطبہ کی طرح درمیان میں بیٹھنا مسنون

نہیں ہے؛ چنانچہ ہدایہ میں ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا، لیکن ابنِ ہمام

نے فتح (۲/۱۶۳) میں صاف صاف تحریر کیا ہے کہ اس موضوع کی کوئی حدیث نظر نہیں آتی۔

(۸۵) عرفات میں خطبے سے قبل ظہر عصر کی نماز ادا کر لینا اس مضمون کی حدیث شاذ بلکہ

منکر ہے۔ دیکھئے نصب الراية (۳/۵۹-۶۰)

(۸۶) عرفات میں خطیب کے خطبہ ختم کرنے سے پہلے ظہر عصر کی اذان کہنا بھی مسنون

نہیں ہے، جبکہ مسنون بات یہ ہے کہ خطبہ سے فراغت کے بعد اذان کہی جائے۔

لے المدخل (۴/۲۲۹) لے مجموعہ ابن تیمیہ (۲/۳۸۰) اختیاراتہ العلمیہ (۶۹) المدخل (۴/۲۲۴)

لے مجموعہ ابن تیمیہ (۲/۳۸۰) اقتفاء الصراط المستقیم (۴/۲۳۶)

لے مجموعہ ابن تیمیہ (۱/۲۶۹)

۸۷۔ عرفات میں نماز سے سلام پھیر کر مکہ والوں کو کہے کہ تم اپنی نماز پوری کر لو، ہم تو مسافر لوگ ہیں، غیر مشروع ہے، اگرچہ فقہ حنفیہ کی کتب میں مذکور ہے کہ عرفات میں مسافر امام کے فرائض سے ہے کہ وہ یہ کلمات کہے۔ تحفۃ الفقہاء (۱/۲/۸۷۶) لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ (مجموعہ) (۲/۳۷۸) میں اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عرفہ، مزدلفہ، منیٰ میں تمام حجاج خواہ اہل مکہ سے ہوں یا غیر مکی ہوں، سب نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ صحابہ کرام بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی طرح نمازیں جمع کر لیتے تھے، اسی طرح حضرت ابو بکر، حضرت عمر کے پیچھے بھی صحابہ کرام ان مقامات میں نمازیں جمع کرتے، نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کے خلفاء میں سے کسی نے اہل مکہ کو نماز پوری پڑھنے کا حکم دیا اور نہ ہی عرفہ، مزدلفہ میں نماز پڑھ کر اہل مکہ سے یہ کہا کہ تم نماز پوری کر لو، ہم تو مسافر لوگ ہیں اور جو لوگ اس قسم کی حکایت ان سے نقل کر رہے ہیں، وہ خطا کار ہیں۔

(۸۸) عرفہ میں ظہر عصر کی نمازوں کے درمیان نوافل پڑھنا بھی خلاف سنت ہے بلکہ کی شرح میں مرقوم ہے کہ ان نمازوں کے درمیان نوافل پڑھنا مکروہ ہے اور بدعت قرار دینے کا مطلب بھی تو یہی ہے۔

(۸۹) عرفہ میں کوئی خاص دعا کہنا یا کوئی معین ذکر کرنا جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب دعا جس کا ذکر الاحیاء میں موجود ہے خلاف سنت ہے، مثلاً یہ دعا: یا من لا یشغلہ شان عن شان ولا سمع عن سمع وغیرہ قسم کی دعا تو بہت لمبی ہے غالباً ہماری اس کتاب کے چھ صفحات بھر جائیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (مجموعہ) (۲/۳۸۰) میں رقمطراز ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے لئے کسی خاص ذکر یا دعا کا تعین نہیں فرمایا۔ انسان

جو بھی دعا کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ سورج کے غروب تک لا الہ الا اللہ اکبر، دیگر ذکر اللہ کے کلمات کتا رہے۔ نیز لبیک پکارنا بھی اس کے لئے مسنون ہے۔

(۹۰) بعض لوگوں کا عرفات سے غروب شمس سے قبل واپس آنا بھی خلاف سنت ہے۔ (۹۱) عوام الناس میں مشہور ہے کہ عرفہ کے دن جمعہ کی موافقت سے بہتر حجوں کا ثواب ملتا ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ خیال رہے کہ اس بدعت اور غلط نظریہ کی بنیاد دراصل ایک موضوع حدیث پر ہے جس کا کچھ اصل نہیں ہے۔ علامہ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس کے موضوع ہونے کا ذکر کیا ہے۔

لیکن علامہ لکھنوی نے الاجوبۃ الفاضلہ (ص ۳، طبع حلب، میں ملا علی قاری سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں بعض محدثین کا یہ کہنا کہ اس کی سند ضعیف ہے اگرچہ سند ضعیف بھی ہو، تب بھی فضائل اعمال میں کمزور حدیث معتبر ہوتی ہے۔

کیا فضائل اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے؟

ملا علی قاری کا یہ قول کہ یہ حدیث کمزور ہے؛ لہذا فضائل اعمال میں معتبر ہے بالکل باطل ہے، اس لئے کہ اس حدیث کا تو باطل ہونا ظاہر ہے۔ باطل حدیث پر ضعیف کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے، اس مسئلہ میں ان کا اختلاف تفصیل کے ساتھ الاجوبۃ الفاضلہ میں مذکور ہے۔ پس کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جہاں حدیث میں شدید ضعف موجود ہو تو اس کے باوجود وہ قابل عمل ہو، بلکہ اگر ذرا غور کیا جائے، تو معلوم ہو جائے گا کہ موضوع حدیث بھی تو ضعیف کی اقسام سے ہے، پھر اس مقام میں تو اس بات کا کچھ محل نہیں، عرفہ کے دن کا اتفاق سے جمعہ ہونا اس کا عمل ترک سے کیا تعلق ہے؛ حدیث کے بطلان کے لئے

لہ زاد المعاد (۱/۲۳)

دیکھتے الاحادیث الضعیفہ رقم (۴-۲) یہ مسئلہ کہ کمزور حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہے جمیع علماء کے نزدیک بالاتفاق نہیں ہے۔ پھر ضعف بھی دو قسم کا ہے ضعف مطلق، ضعف شدید کیا ضعف شدید کی شکل میں بھی حدیث معتبر ہوگی بالکل نہیں، بلکہ وہ حدیث باطل ہوگی تفصیل کے لئے دیکھیں الاجوبۃ الفاضلہ للعلامة لکھنوی را اگرچہ اس میں بھی اس مسئلہ کو منقح کر کے پیش نہیں کیا گیا ہے۔

(۹۲) عرفہ کے دن لوگوں کا جامع مسجدوں میں جمع ہونا اور بلند آواز کے ساتھ ذکر اذکار کرنا اشعار پڑھنا عرفات والوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا وغیرہ ثابت نہیں ہے۔

مزدلفہ کی بدعات

(۹۳) عرفہ سے مزدلفہ جاتے ہوئے تیز دوڑنا خلاف شرع ہے۔

(۹۴) مزدلفہ میں رات گزارنے کے لئے غسل کرنا بدعت ہے۔

(۹۵) مزدلفہ میں داخل ہوتے وقت حرم کی عزت کے لیے سواری سے اتر کر پیدل چلنے

کو مستحب جاننا سفون نہیں ہے، لیکن علامہ مغزالی نے احیاء میں اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ ان کا

استحباب ثابت ہونا غلط ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتر کر داخل ہونا ثابت نہیں

آپ سواری پر ہی سوار ہے اور مزدلفہ میں صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سواری پر سوار ہو کر شعر احوام پینچے

(۹۶) مزدلفہ پہنچ کر ذیل کی دعا کا التزام کرنا ثابت نہیں اللهم ان هذه مزدلفة

لہ سنن بیہقی (۵/۱۱۸) الاقتصار (۱۴۹) منیۃ المصلی للعلیمی (۵۷۳)

لہ زاد المعاد (۱/۳۳۷-۳۳۸) لہ مجموعۃ (۲/۲۸۰)

جمعت فیہا السنۃ: مختلفۃ لسألك حوائج مؤتلفۃ الخ (الاحیاء)
 (۹۷) مزدلفہ میں وارد ہونے کے بعد مغرب کی نماز جلد اور اذکرنا اور کفکر اٹھانے
 میں مشغولیت اختیار کرنا خلاف سنت ہے۔

(۹۸) مزدلفہ میں مغرب، عشاء کے درمیان اور عشاء کے بعد کی سنتیں پڑھنا جیسا
 کہ امام غزالی اس کے قائل ہیں، خلاف شرع ہے۔

(۹۹) مشعر الحرام، ذی الحج کی دسویں رات کو زیادہ آگ جلانا، خلاف سنت ہے۔

(۱۰۰) مزدلفہ میں رات کو بیدار رہنا، بھی خلاف سنت ہے اگرچہ امام غزالی
 نے اس رات کے بیدار رہنے کو مستحسن قرار دیا ہے اور اس کو بہترین عبادت
 قرار دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ مزدلفہ میں فجر کی نماز تک
 سوتے رہے، پس بہترین راستہ وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کردہ ہے۔
 (۱۰۱) مزدلفہ میں رات نہ گزارنا صرف وقوف کرنا، خلاف سنت ہے۔

(۱۰۲) مشعر الحرام پہنچ کر ذیل کی دُعا کا التزام کرنا ثابت نہیں ہے :-

اللہم بحق مشعر الحرام وانبیت الحرام والشہر الحرام
 والرکن والمقام ابلغ روح محمد من التعمیۃ والسلام وادخلنا
 دار السلام یا ذالجلالۃ والاکرامۃ

خیال رہے کہ مذکورہ دعائیہ کلمات دین اسلام میں داخل کئے گئے ہیں۔ پھر ان
 کلمات میں سنت کی مخالفت بھی موجود ہے۔ کیا شریعت اسلامیہ میں حق المشعر الحرام
 وغیرہ کے کلمات کے ساتھ توسل اختیار کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ اللہ پاک کے اسما اور
 صفات کے ساتھ توسل اختیار کرنا صحیح ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتب میں اس کی
 تفصیل مذکور ہے۔ احناف بھی اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ دیکھیے رد المحتار علی الدر المختار
 (عاشیہ ص ۸۸۰ پر)

(۱۰۳) باجوری کا یہ کہنا کہ دسویں ذی الحج کو کنکر مارنے کے لئے مزدلفہ سے سات کنکر مارنے کے لئے وادی محسر سے کنکر اٹھانے بھی خلاف سنت ہیں بلکہ خیال رہے کہ سنت میں اس کا کچھ اصل نہیں، زیادہ سے زیادہ مذکورہ کیفیت کو سننے المشائخ کہا جاسکتا ہے۔ امام غزالی اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمام کنکروں کو مزدلفہ سے اٹھائے، یہ سب خلاف سنت ہے۔

رمی جمار کی بدعات

(۱۰۴) رمی جمار کے لئے غسل کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے۔
 (۱۰۵) رمی جمار سے پہلے کنکروں کو دھونا بھی ثابت نہیں، چنانچہ علامہ بجزیری کہتے ہیں کہ رمی جمار سے پہلے کنکروں کو پاک کرنا شرط نہیں ہے۔
 (۱۰۶) اللہ اکبر کے بجائے سبحان اللہ وغیرہ کا ذکر کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔
 (۱۰۷) اللہ اکبر سے زائد یہ کلمات کہنے (تاکہ شیطان اور اس کی جماعت ذلیل ہو جائے) اللهم اجعل حجی مبروراً وسعی مشکوراً وذنبی مغفوراً اللهم ایمانا بکتا بک واتباعاً لسننک نبیک بھی ثابت نہیں ہے۔
 (۱۰۸) باجوری کا قول ہے کہ رمی جمار کے وقت ہر کنکر کے ساتھ ذیل کے کلمات کہنے مسنون ہیں

بقیہ حاشیہ ۱۵۷ سے لے کر الباعث علی انکار البدع والحوادث (۲۵-۶۹) لے کر الردۃ النذیر (۱۰۸)

لے باجوری (۳۲۵/۱) لے مجموعہ ابن تیمیہ (۳۸۰/۲)

لے بجزیری (۴۰۰/۲)

لے باجوری (۳۲۵/۱)

صحیح نہیں ہے، بلکہ بدعت ہے۔ بسم اللہ واللہ اکبر صدق اللہ وعدہ
الی قولہ ولو کفرہ الکافرون۔

(۱۰۹) رمی جہار کے لئے مخصوص کیفیات کا التزام کرنا بھی خلاف سنت ہے، مثلاً
بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ کنکر مارتے وقت اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو سبابہ انگلی کے
وسط میں رکھنا اور کنکر کو انگوٹھے کی پیٹھ پر رکھنا جیسے کہ ستر کے عدد کی گرہ بنتی ہے اور
بعض کہتے ہیں سبابہ انگلی کا حلقہ بناتے اور اس کو انگوٹھے کے جوڑ پر رکھتے جیسا کہ دس
کے عدد کی گرہ بنتی ہے۔ علامہ ابن الہمام کہتے ہیں لوگوں کے ازدحام میں اس صورت
سے رمی جہار کرنا مشکل ہے۔ پھر اس صورت کے بہتر ہونے پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں رمی جہار
میں اصل بات آسانی ہے جس طرح آسانی کے ساتھ جہروں کو کنکر مارے جاسکیں مارے جائیں،
کوئی خاص کیفیت شرعاً متعین نہیں ہے۔

(۱۱۰) رمی جہار کرنے والے کے لئے اس کا موقف متعین کرتے ہوئے کہنا کہ رمی کرنے
والے اور جہروں کے درمیان پانچ ہاتھ یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہونا چاہیے، بدعت ہے۔
(۱۱۱) جہروں کو جو تے مارنا بھی خلاف سنت ہے۔

ذبح اور حلق کی بدعتیں

(۱۱۲) قربانی ذبح کرنے کے بجائے قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا اس خیال سے کہ گوشت
چونکہ زیادہ ہوتا ہے اور مٹی میں ضائع ہوتا ہے اور اس سے بہت کم فائدہ اٹھایا جاتا ہے
ان لوگوں کے سوچنے کا یہ انداز صحیح نہیں، اس لئے کہ قربانی نہ کرنے میں شریعت کی نص کو
ختم کرنا ہے اور اپنی رائے کو نص پر مقدم کرنا ہے۔ اگر قربانی کے گوشت کو ضائع کیا جاتا ہے،

تو اس کی ذمہ داری قربانی کرنے والوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی حکمتوں کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔

(۱۱۳) دسویں ذی الحج سے پہلے تمتع کی قربانی کو مکہ میں ذبح کرنا خلاف سنت ہے۔
 (۱۱۴) سر کے بائیں طرف کو پہلے منڈانا خلاف سنت ہے، اس لئے کہ سنت تو یہ ہے کہ سر کے بائیں جانب کو پہلے منڈا جائے۔

(۱۱۵) صرف سر کے چوتھے حصہ کو منڈانا بھی بدعت ہے جبکہ تمام سر کو منڈانا ضروری ہے قرآن پاک میں ہے (مخلفین رُؤسکم و مقصرین) اپنے سروں کو منڈانے والے اور کترانے والے، نیز ارشاد نبوی ہے رحم اللہ المخلّین (الدر رحم کرے ان لوگوں پر جو سر منڈانے والے ہیں) نیز چوتھے حصہ کو منڈانے اور کچھ حصہ چھوڑنے سے منع فرمایا تمام سر کے بال منڈاؤ یا تمام سر کو چھوڑ دو، اسی لیے علامہ ابن المہام کہتے ہیں سر منڈانے میں دلیل تمام سر کے منڈانے کی متقاضی ہے؛ چنانچہ امام مالک کا یہی قول ہے۔

(۱۱۶) الاحیاء میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ سر منڈانے وقت قبلہ رخ ہونا چاہیے، ان کا یہ

قول بھی خلاف سنت ہے۔

(۱۱۷) سر منڈانے ہوئے ذیل کی دُعا کرنا بھی ثابت نہیں:

المحمد لله على ما هدانا والنعم علينا اللهم هذه ناصيتي بيدك
 فتقبل مني واغفر لي ذنوبي اللهم اكتب لي بكل شعرة حسنة
 وارجع بها عني سيئة وارفع لي بها درجة اللهم اغفر لي وللمسلمين
 والمقصرين يا واسع المغفرة - امين -

علامہ ابن المہام نے فتح القدر میں ان دُعاتیہ کلمات کو مستحب قرار دیا ہے، لیکن

استحباب پر کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔ سنت میں اس کا کچھ اصل ثابت نہیں۔ پھر دعائیں یہ کلمات کہ قربانی کے ہر مال کے بدلے ایک نیکی کا طلب کرنا دعائیں مبالغہ کرنا ہے جبکہ دعا میں حد سے تجاوز کرنے سے روکا گیا ہے۔ شاید دعائے یہ کلمات حدیث کے ان الفاظ سے مقتبس ہیں کہ قربانی کرنے والے کو قربانی کے برابر بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ دیکھئے الاحادیث الضعیفہ:

(۱۱۸) جمروں کے قریب مساجد کا طواف کرنا ثابت نہیں ہے۔

(۱۱۹) دسویں ذی الحجہ منیٰ میں عید کی نماز کا استحباب ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ منیٰ میں عید

کا اہتمام کرتے ہیں، وہ سنت سے غافل ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی منیٰ میں عید کی نماز ادا کی ہو۔ منیٰ میں عید کی نماز تو جمرہ عقبہ کو نکر مارنے میں جیسا کہ مجموعہ (۲/۳۸۵) میں مرقوم ہے۔

(۱۲۰) متمتع کا طوافِ افاصلہ کے بعد سعی نہ کرنا خلاف سنت ہے، جبکہ سعی کرنے کا حکم ثابت ہے۔

مختلف بدعات

(۱۲۱) غلاف کعبہ کا جلوس نکالنا ثابت نہیں ہے۔

(۱۲۲) مقام ابراہیم کا غلاف غیر مسنون ہے۔

(۱۲۳) مقام ابراہیم اور منبر پر قضائے حاجات کے لئے دھاگے رسیاں اوڑھنے

مجموعہ (۲/۳۸۰-۳۸۱) ۲، القواعد النورانیہ (ص ۱۰۱) ۳، تفسیر المنار (۱/۴۶۸)

باندھنا خلاف سنت ہے۔ یہ بدعت آہستہ آہستہ زیادہ ہو رہی ہے؛ حالانکہ موحدین کی حکومت میں تو اس کا خاتمہ ہونا چاہیے تھا اور ان کا بنیادی نقطہ نظر بدعت و عرفات کو مٹانا تھا، لیکن معلوم ہوتا ہے حکومت اس مسئلے میں تساہل برت رہی ہے۔ اسی طرح مشائخ اور امر بالمعروف کیٹی کے ارکان بھی تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ الامن شام اللہ۔

(۱۲۴) حجاج کا کعبہ کی دیواروں کے ستونوں پر اپنے نام لکھنا اور بعض لوگوں کا حجاج کو اس کی وصیت کرنا کہ وہ وہاں ان کا نام لکھیں، خلاف سنت ہے۔

(۱۲۵) مسجد حرام میں نمازیوں کے آگے گزرنے کو جائز سمجھنا اور جو نمازی ان کو نہ گزرنے دے، ان سے مقابلہ کرنا، صحیح نہیں ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے

نہیں مسجد حرام بھی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں؛ اگرچہ بعض اہل علم نے مسجد حرام کو مستثنیٰ قرار دیا ہے؛ لیکن یہ سنت صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس ضمن میں مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے آگے سترہ نہیں تھا، لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، یہ حدیث کمزور ہے۔ دیکھتے الاحادیث الضعیفہ (رقم ۳۲، ۹) پھر اس حدیث میں صراحت نہیں ہے کہ لوگ سجدہ کی جگہ سے گزرتے تھے۔

(۱۲۶) جس شخص نے حج کیا ہو، اس کو حاجی کہہ کر پکارنا، خلاف سنت ہے۔

(۱۲۷) عمرہ کے لئے مکہ سے باہر جانا، ثابت نہیں ہے۔

لے السنن والمبتدعات (۱۱۳)

لے تلبیس الملبس لابن الجوزی (ص ۱۵۴)، نور البیان فی بدع آخر الزمان (ص ۸۲)

لے الاختیارات العلمیۃ (ص ۷۰)

(۱۲۸) طوافِ دواع کے بعد مسجدِ حرام سے کھٹے پاؤں باہر آنا، خلافِ سنت ہے۔
www.KitaboSunnat.com

امام غزالی الاحیاء (۱/۲۳۲) میں فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ جب تک بیت اللہ
نظر آتا رہے، اپنی نظر کو اس سے نہ پھیرے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ الاختیارات من
میں ابن عقیل ابن الزخوانی سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

(۱۲۹) گھر میں واپس پہنچ کر حجاج کا اپنے گھروں کو چونا کرنا، نقش و نگار کرنا اس کے نام اور حج

مدینہ منورہ سے متعلقہ بدعات

مسجد نبوی کی زیارت کے لئے شہرِ حال کرنا سفر کا قصد کرنا مستحب ہے۔ عموماً
لوگ حج سے پہلے یا بعد میں مسجد نبوی کی زیارت کے لئے آتے ہیں، ان میں اکثریت ایسے
لوگوں کی دیکھنے میں آتی ہے جو بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ
ان بدعات سے پردہ کشائی کی جائے تاکہ لوگ ان سے دور رہیں۔

(۱۳۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کا اہتمام کرنا ضلالت
مکت ہے۔ سنت مسجد نبوی کا قصد کرنا ہے۔ جب مسجد نبوی میں پہنچے، تو دو بائیں دو بائیں پڑھنے
بلکہ قبر نبوی کی زیارت کر سکتا ہے۔

(۱۳۱) زائرین اور حجاج کی وسافت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرضیاں
پہنچانا ثابت نہیں۔

(۱۳۲) مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا مسنون نہیں ہے۔
(۱۳۳) جب مدینہ الرسول کی دیواروں پر نظر پڑے، تو ذیل کے دعائیہ کلمات کہنا بدعت

۱۔ مجموعہ (۲/۲۸۸) الاختیارات (ص ۷۰) المدخل (۴/۲۳۸)

۲۔ السنن والبتدعات (ص ۱۱۳)

ہے۔ اللہم هذا حرم رسولك فاجعله لي وقاية من النار و
امانا من العذاب و سوء الحساب -

(۱۳۴) مدینۃ الرسول میں داخل ہوتے وقت ذیل کے دعائیہ کلمات کہنا بھی بدعت

ہے۔ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔

(۱۳۵) قبر نبوی کو مسجد نبوی کے حدود میں باقی رکھنا، خلاف سنت ہے۔ یاد رکھیں

قبر نبوی کو مسجد نبوی سے الگ کرنا ضروری ہے جیسا کہ خلفاء راشدین کے عہد میں دیوار کا
فاصلہ تھا۔ دیکھئے تحذیر الساجد اور اس کا ترجمہ جو کئی سال ہوتے راقم مترجم نے (قبر ولی
پر مسجدیں اور اسلام) کے نام سے کیا۔

(۱۳۶) مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے پہلے قبر نبوی کی زیارت کرنا خلاف سنت ہے۔

(۱۳۷) قبر نبوی کے سامنے ہاتھ باندھ کر خشوع خضوع کے ساتھ قیام کرنا جیسا کہ نماز

میں قیام کیا جاتا ہے، بدعت ہے۔

(۱۳۸) دعا گئے ہوتے قبر نبوی کی جانب منہ کرنا، بدعت ہے۔

(۱۳۹) قبولیت دعا کے لیے قبر نبوی کا قصد کرنا، بدعت ہے۔

(۱۴۰) بارگاہ رسالت میں دعا کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا،

بدعت ہے۔

(۱۴۱) شفاعت وغیرہ کا آپ سے چاہنا بدعت ہے۔

(۱۴۱) قبر نبوی کے پاس کھڑے ہو کر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اپنی ضرورتوں اور گناہوں کی مغفرت کا ذکر زبان پر نہ لائے، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی زیادہ ان کی ضرورتوں اور مصالحتوں کو خوب جانتے ہیں۔ (ابن الحاج فی المدخل (۱/۲۵۹)، بدعت ہے۔ خیال رہے کہ ابن الحاج اگرچہ علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز حیثیت کے مالک ہیں اور ان کی کتاب المدخل بھی بدعات کی معرفت میں مرکزیت کی حامل ہے؛ تاہم کتاب خرافات کا مجموعہ ہے، توحید اور عقیدہ کی مسائل میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۴۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح زندگی میں امت کے احوال کوائف کو جانتے تھے، اسی طرح وفات کے بعد بھی مشاہدہ کرتے ہیں، یہ نظریہ خلاف سنت ہے۔ (۱۴۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے حجرہ کی کھڑکی پر تبرکاً ہاتھ رکھنا اور ان الفاظ کے ساتھ قسم اٹھانا وحق المذی وضعت یدک علیٰ مشاکہ و قلت الشفاعة یا رسول اللہ بدعت ہے۔

(۱۴۵) آپ کی قبر اطہر کا بوسہ لینا، ہاتھ لگانا یا قبر اطہر کے قریب کسی کھڑکی وغیرہ کو چومنا بدعت ٹھہرے۔ امام غزالی نے آپ کی قبر چومنے کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے، یہ تو یہود و نصاریٰ کی عادت ہے، فہل من معتبر۔

(۱۴۶) قبر نبوی اور شیخین کی قبروں کی زیارت کے لئے مخصوص انداز اختیار کرنا سلام

لے المدخل (۱/۲۶۴)، لے فتاویٰ ابن تیمیہ (۴/۳۱۰)، الاقتصا (۱۷۶)، الاعتصام (۲/۱۴۰-۱۳۴)، اغانۃ للمفسر (۱/۱۹۴)، الہامی لابن شامہ (۷۰)، البرکوی فی اطفال المسلمین (۳۳۴)، الابداع (۹۰)، لے الاحیاء (۱/۲۴۴)

۳۸۱ھ سے ۳۸۳ھ تک میں مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ میں بحیثیتِ استاذ رہا، تو میں نے دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں بدعتیں جنم لے رہی ہیں اور جن لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بدعتوں کو ختم کریں، وہ بھی خاموش تھے، جیسا کہ تمام سو یا میں یہی حال ہے کہ بدعات پھیل رہی ہیں اور کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ بعض بدعتیں تو شرکِ مرتجح ہیں جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ حجاج کی اکثریت قبر شریف کے سامنے نمازیں ادا کرتی ہے، بلکہ عصر کے بعد کراہت کے اوقات میں بھی وہاں نفل پڑھتے ہیں، اس شرکِ مرتجح پر انہیں یہ بات آمادہ کر رہی ہے کہ وہ قبر اطہر کی دیوار میں جس کو ترکوں نے بنایا تھا، اس میں محرابِ زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے لوگو آؤ نماز پڑھو۔ مزید برآں وہاں نہایت خوبصورت قالین بچھی ہوئی ہے جو اس بدعت کی ترویج کا باعث ہے۔ اس مسئلہ میں بعض فضلاء سے میری گفتگو ہوئی کہ عوام الناس کو یہاں نوافل پڑھنے سے روکا جائیے۔ اگر زیادہ کچھ نہیں کر سکتے ہو تو کم از کم ان خوبصورت قالینوں کو اٹھوا دیا جائے اور محراب کو خالی کر دیا جائے۔ اگرچہ مجھے کہا جاتا رہا کہ آپ کا مشورہ صحیح ہے، لیکن ذمہ دار لوگوں نے عملاً اس میں کچھ دلچسپی کا اظہار نہ کیا اور وہ اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے، جب تک کہ اللہ کی مشیت شامل حال نہ ہو۔ یہ لوگ دراصل اہل مدینہ کی خواہشات کو کچلنا نہیں چاہتے اور اہل علم کی خیر خواہی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

قالی اللہ المشتکی۔ اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایمان کی چمک ماند پڑ چکی ہے۔ خواہش کو غلبہ نصیب ہو چکا ہے۔ توحید کی دولت پر مال کی محبت غالب آچکی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صادق آ رہا ہے کہ میری امت کا فتنہ مال ہے۔ بہت کم عوامش نصیب ایسے ہیں جو ان فتنوں سے محفوظ ہیں۔

(۱۶۶) روضۃ نبوی کے قریب بیٹھنا اور قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر الہی

کرنا مسنون نہیں ہے۔

(۱۴۵) ہر نماز کے بعد قبر نبوی پر سلام کا ہدیہ بھیجنے کے لئے وہاں جانا، خلاف سنت ہے، بلکہ بدعت اور غلو فی الدین ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے منافی ہے۔ آپ کا فرمان ہے۔ میری قبر کو عید نہ بنانا اور مجھ پر درود بھیجو، تم جہاں سے مجھ پر درود بھیجو گے مجھ پر پہنچ جائے گا۔ پھر فرض نماز کے بعد تو اوراد و اذکار مسنون ہیں ان کو چھوڑ کر روضہ نبوی پر حاضر ہو کر سلام کہنا تو مسنون نہیں، بلکہ بدعت ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ جب کوئی بدعت ایجاد ہوتی ہے تو اس قدر سنت ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۴۸) اہل مدینہ جب مسجد نبوی میں آئیں یا باہر نکلیں، تو روضہ نبوی کی زیارت کریں بدعت ہے۔

(۱۴۹) مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت یا باہر نکلتے وقت روضہ نبوی کی جانب متوجہ ہونا اور ذرا خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے رہنا، بدعت ہے۔

(۱۵۰) فرض نماز سے سلام پھیر کر اونچی آواز سے السلام علیک یا رسول اللہ..... کہنا بدعت ہے۔

(۱۵۱) قبر نبوی سے بارش کی وجہ سے جو سبز رنگ کی لکڑیاں گریں، ان کو متبرک جاننا بدعت ہے۔

(۱۵۲) منبر رسول اور قبۃ نبوی کے درمیان روضہ شریفہ میں صحابی کھجوروں کے

لہ الاقتصار (۱۸۳-۲۱۰)

لہ الرد علی الاختلاف ص ۱۵۰-۱۵۱-۱۵۶-۲۱۴-۲۱۸ الشفایا لحقوق المصطفیٰ

للقاضی عیاض (۲/۴۹)، المدخل (۱/۲۶۲) لہ مجموعہ (۲/۲۹۴)

کھانے سے تقریب حاصل کرنا، بدعت ہے۔

(۱۵۳) حجاج کا اپنے بالوں کو اکھیڑنا اور تربت نبوی کے قریب قدیل میں پھینکنا بدعت ہے؛

(۱۵۴) منبر رسول کی مغربی جانب مسجد نبوی میں تانبہ سے بنی ہوئی دو مصنوعی کھجوریں پر ہاتھ

پھیرنا، بدعت ہے۔ ان پر ہاتھ پھیرنے سے کیا فائدہ، یہ تو محض خوبصورتی کے لئے رکھی

ہوتی ہیں جس سے لوگ فتنہ میں واقع ہو جاتے ہیں جب ہم وہاں تھے، تو ہم نے اس کے

اٹھانے کی تحریک چلائی تھی اور وعدہ بھی کر لیا گیا تھا، لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا۔

(۱۵۵) اہل مدینہ اور دیگر باشندوں کا قدیم مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کا التزام کرنا

اور حضرت عمر کی توسیع شدہ مسجد میں پہلی صفوں کو قطع کرنا یعنی ان کو خالی رکھنا، خلاف سنت

ہے۔ اس بدعت میں لوگ کثرت کے ساتھ پھنسے ہوئے ہیں، انہیں دراصل وہم آپ کے لٹاف

سے ہوا ہے جس میں ذکر ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب دیگر مساجد سے سزاگنا زیادہ

ہے، حالانکہ یہ الفاظ ان کے مقصود پر واضح دلالت نہیں کر رہے ہیں، اس لیے کہ جب

مسجد نبوی میں توسیع ہوتی چلی گئی، تو زائد حصہ کو بھی وہی شرف حاصل ہو گا جو قدیم مسجد کو حاصل ہے؛

کیا مسجد الحرام مکہ میں آئے دن جو توسیع ہوتی رہتی ہے، اس میں زائد ملایا گیا حصہ اس فضیلت

سے محروم تو نہیں جو فضیلت قدیم مسجد حرام کو حاصل ہے۔ پس نوافل کے ادا کرنے میں جبکہ

وہ باجماعت ادا نہیں کئے جاتے۔ آپ مسجد میں جہاں چاہیں ادا کریں۔ ان میں اگلی صفوں

کے خالی ہونے میں کچھ قباحت نہیں، لیکن جب فرض نماز باجماعت ادا ہو رہی ہے تو اس

میں اگلی صفوں کو چھوڑ کر پچھلی صفوں پر کھڑے ہونا مشروع نہیں۔ خصوصاً اہل علم کو سوچنا

چاہیے کہ وہ اس طرح بہت سے فضائل سے محروم ہو رہے ہیں اور درج ذیل قباحتوں کے

مرتبک ہو رہے ہیں۔

لے الباعث علی انکار البدع، ص ۷۰۔ مجموعہ ۲/۳۹۶۔ لے الباعث علی انکار البدع، ص ۷۰۔ مجموعہ ۲/۳۹۶

۱۔ باجماعت نماز ادا کرنے میں صفوں کے ملانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر کثرت کے ساتھ اعادةیت دال ہیں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص صف کو ملاتا ہے اللہ اس کو ملاتا ہے اور جو صف کو توڑتا ہے اللہ اس کو توڑتا ہے (نسائی) سند صحیح ہے مسجد نبوی میں اگلی صفیں تو وسیع شدہ حصہ میں آتی ہیں ان کو پہلے پورا کرنا چاہیے، انہیں چھوڑ کر پرائی مسجد میں نماز ادا کرنے کا استہمام شرعاً گناہ کے کام کا تہیب ہوتا ہے۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ کا ارشاد ہے کہ میرے قریب اہل علم و فضل کھڑے ہوں الحمد لمسلم، تو یہ اہل علم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ امام کے پیچھے نہیں کھڑے ہوتے اور قدیم مسجد نبوی میں کھڑے ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔

۳۔ یہ لوگ اپنی نمازیں پہلی صف میں ادا نہیں کرتے ہیں، حالانکہ ارشاد نبوی ہے۔ آدمیوں کی پہلی صف بہتر ہے اور آخری صف بہتر نہیں ہے (مسلم، نیز آپ نے فرمایا اگر لوگوں کو علم ہو جاتا کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شامل ہو کر نماز ادا کرنے میں کس قدر ثواب ہے، تو پچھرا گز نہیں اس میں قرعہ اندازی بھی کرنا پڑتی، تو قرعہ اندازی کے ساتھ ان کو حاصل کرتے۔ (بخاری مسلم،

جس طرح ہم یقین کے ساتھ مطلقاً پہلی صف کی فضیلت کا دجو تو وسیع شدہ اضافہ میں ہے، پچھلی صفوں پر جو قدیم مسجدیں ہیں، کا دعویٰ نہیں کر سکتے، اسی طرح کوئی شخص بھی ہماری مخالف راستے پر یقین کا اظہار نہیں کر سکتا، لیکن جب وہ قرآن ساتھ ملائے جائیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے، تو پچھرا بلاشبہ زائد حصہ میں جو نماز صف اول میں ہوگی اس کو مسجد قدیم میں ادا کر دہ نماز پر بہر حال فضیلت حاصل ہوگی۔ میں نے جب ان دلائل کی روشنی میں بعض اہل علم سے مباحثہ کیا، تو ان کی کثیر تعداد نے میرے دلائل کو تسلیم کیا اور وہ زائد تو وسیع شدہ

حصہ میں نماز ادا کرنے لگے۔ ایسے اہل علم پر اللہ پاک کی رحمتیں ہوں جو مصنف مزاج ہیں اور ان میں تعصب نہیں ہے۔

(۱۵۶) مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والے کم از کم ایک مہینہ وہاں اقامت کرنے کا التزام کرتے ہیں تاکہ مسجد نبوی میں ان کی چالیس نمازیں پوری ہو جائیں اور انہیں نفاق اور دوزخ کی آگ سے برأت حاصل ہو جائے، غیر مسلموں ہے، اس کے بارے میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے، وہ کمزور ہے، استدلال کے قابل نہیں ہے۔ دیکھتے الا حدیث الضعیفہ رقم ۳۶۲، پس اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ شریعت اسلامیہ کا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ وہ حجاج جو مدینہ منورہ میں چالیس نمازیں نہیں پڑھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے کوتاہی ہوگئی، اس پر وہ نادم نظر آتے ہیں کہ کیوں ہم نے چالیس نمازیں مسجد نبوی میں نہ ادا کیں اور جو لوگ چالیس نمازیں پوری کر لیتے ہیں، وہ خوش نظر آتے ہیں اور متعلقہ حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(۱۵۷) مسجد نبوی اور مسجد قبا کے علاوہ مدینہ منورہ میں واقع دیگر مساجد اور مزارات کا قصد کرنا، خلاف سنت ہے۔

(۱۵۸) زیارت کرانے والوں کا حجاج کو بعض اوقات اذکار کی تلقین کرنا کہ وہ حجرہ نبوی کے قریب یا کچھ دور کھڑے ہو کر اونچی آواز کے ساتھ ان کا ورد کریں، ان کا تلقین کرنے والوں سے اونچی آواز کے ساتھ ذکر کرنا، منسوخ نہیں ہے۔

(۱۵۹) روزانہ بقیع قبرستان کی زیارت کرنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب مسجد

میں نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے، لیکن امام غزالی نے اس کو اور اس سے پہلے ذکر کردہ چیز کو مستحب قرار دیا ہے۔ اللہ پاک امام غزالی کو اور ہمیں بھی معاف فرمائے، جبکہ اس نے اس کے استہباب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ دلیل نہیں ہے جہاں تک قبروں کی زیارت کے مسئلہ کا تعلق ہے، مطلقاً اس کی مشروعیت ثابت ہے، لیکن روزانہ زیارت کرنا یا کوئی دن خاص کرنا درست نہیں، جب بھی خیال آئے، زیارت کر لے، میں کچھ حرج نہیں اور حضرت فاطمہؓ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق دو صورتیں ہیں، اگر ان کی قبر پر مسجد تعمیر ہے تو پھر وہاں نماز پڑھنی حرام ہے اور اگر مسجد صرف ان کی طرف منسوب ہے، لیکن پھر بھی اس میں نماز کا قصد کرنا بدعتا سے ہے، وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

(۱۶۰) جمعرات کے روز خصوصیت کے ساتھ شہداء احد کی زیارت کرنا، بدعت ہے۔

(۱۶۱) شہداء احد کے ساتھ ملحقہ کھڑکی پردھا گے اور رومال باندھنا، بدعت ہے۔

خیال رہے کہ ۲۸۲ھ میں حضرت عمر اور دیگر شہداء احد کی قبروں پر بالکل عمارت نہ تھی، اس سال حکومت سعودیہ نے ان کی قبروں پر سیمینٹ کے ساتھ پختہ دیوار کھڑی کر دی ہے اور اس کی شمالی جانب میں لوہے کا بہت بڑا دروازہ لگایا گیا ہے اور مشرقی دیوار کے آخر میں لوہے کی کھڑکی لگائی گئی ہے۔ جب ہم نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو ہم نے اس پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں دوبارہ قبروں پر قبے وغیرہ نہ تعمیر ہو جائیں اور قبروں پر مسجدیں نہ بن جائیں، جیسا کہ سعودی حکومت کے برسر اقتدار آنے سے پہلے کا حال تھا واللہ غالب علیٰ امرہ میں نے دیکھا کہ شہداء احد اور خصوصاً حضرت حمزہؓ کی قبر کی دیوار کی کھڑکی میں کثرت کے ساتھ ٹٹکتے ہوئے دھاگے اوپر سے دیکھے، تو میرا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں یہ بدعات، خرافات کا آغاز تو نہیں ہے، اس پر مجھے سخت فکر دامن گیر ہوا جب

مجھے بتایا گیا کہ عمارت کے اندر لوگ تبرکاً نوافل پڑھتے ہیں، اگر اس سے نہ روکا گیا اور تساہل کو روا رکھا گیا، تو لازماً شریعت کی مخالفت پر دلیری بڑھتی چلی جائے گی اور وہ دن دُور نہیں جب بُت پرستی کے مظاہر توحید کی نگہداشت کرنے والوں کے علاقوں میں بھی نظر آنے لگیں گے جیسا کہ سعودی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے وثنیت کے مظاہر موجود تھے۔ اللہ پاک سعودی حکومت کو شریعت اسلامیہ پر مکمل عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تادیر اس کے سایہ کو لوگوں پر قائم رکھئے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کو جادۂ توحید سے دور نہ کر دے۔ وہوالمستعان

(۱۶۲) شہداء اہلحد کے کنارے تبرکاً تالاب میں غسل کرنا خلافِ مسنون ہے۔
(۱۶۳) مسجد نبوی کو انودارح کہتے ہوئے پھیلے یاؤں لوٹنا بدعت ہے۔

بیت المقدس کی بدعات

(۱۶۴) حج کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کا قصد کرنا نیز یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ تیرے حج کو بیت المقدس کی زیارت کے ساتھ ملا دے، غیر مشروع ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں بیت المقدس کی زیارت ہر وقت کی جاسکتی ہے۔ تقریباً اس کی طرف سفر کرنا مباح ہے، لیکن حج کے ساتھ اس کی جانب سفر کرنا قربت کا باعث نہیں ہے اور کسی حج کرنے والے کو کہنا کہ اللہ تیرے حج کو بیت المقدس کی زیارت کے ساتھ ملا دے بالکل باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

لے مجموعہ (۲/۳۸۸) المدخل (۲۳۸/۴) لے مجموعہ (۲/۶۰-۶۱)

ارشاد ہے کہ جس نے میری اور میرے باپ حضرت ابراہیم کی اسی سال زیارت کی، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ محدثین متفق ہیں کہ یہ حدیث بالکل جھوٹی ہے۔ اسی طرح وہ تمام حدیثیں جن میں قبرِ نبوی کی زیارت کی ترغیب دلائی گئی ہے، نہ صرف کمزور ہیں بلکہ موضوع میں (۱۶۵) کعبہ مکرمہ کے ساتھ صحیحہ بیت المقدس کو تشبیہ دیتے ہوئے اس کا طواف کرنا خلاف سنت ہے۔

(۱۶۶) صحیحہ بیت المقدس کی تعظیم کرنا اس کا بوسہ لینا، اسے ہاتھ لگانا، جانوروں کو ہالے لے جا کر ذبح کرنا، عرفہ کی شام وبال عرفات منانا، اس پر عمارت کھڑی کھڑنا وغیرہ سب کام خلاف سنت ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی تحدید

جس مسجد کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا اس کا نام مسجد اقصیٰ ہے، لیکن کچھ لوگ اس حصّہ کو مسجد اقصیٰ کا نام دیتے ہیں جس کو حضرت عمر نے بنوایا۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ کے فرنٹ میں اضافہ کر کے وبال عمارت بنوائی۔ پس مسجد کے اس حصّہ میں جس کو حضرت عمر نے تعمیر کروایا۔ دوسرے حصّہ سے نماز پڑھنا افضل ہے، اس لیے کہ حضرت عمر نے جب بیت المقدس فتح کیا، تو صحیحہ پر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر تھا، اس لئے کہ عیسائی اس کی اہانت کا قصد کرتے تھے تاکہ یہودیوں کو ذلت نصیب ہو جو اس کی جانب منہ کر کے

لے مجموعۃ الرسائل الکبریٰ (۲/۳۴۲ - ۳۸۰ - ۳۸۱)

لے مجموعہ (۲/۵۶ - ۵۷)

نماز ادا کرتے ہیں۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ صخرہ سے نجاست کو دُور کیا جائے اور حضرت کعب احبار سے استفسار کیا بتاؤ مسلمانوں کے لئے کہاں نماز ادا کرنے کی جگہ کا اہتمام کیا جائے؟ اس نے صخرہ کے پیچھے نماز ادا کرنے کے لئے عمارت بنانے کا مشورہ دیا اس پر حضرت عمر چونک اٹھے اور فرمایا! یہودیہ کے بیٹے! ابھی تک تم میں یہودیت کا شائبہ موجود نظر آ رہا ہے! میں تمہارے مشورے کو قبول نہیں کروں گا۔ مسلمانوں کی نماز کے لئے صخرہ کے آگے مسجد تعمیر کی جائے گی۔ ہم تو مسجد کے اگلے قطعوں کو تزیین دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی امت محمدیہ کے آئمہ کو اس جگہ نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے حضرت عمر کے تعمیر شدہ حصہ میں ہی نماز ادا کرنے کو ترجیح دی۔ صخرہ کے پیچھے نہ حضرت عمر نے اور نہ دیگر صحابہ نے کسی نے نماز ادا نہیں کی اور نہ ہی خلفاء راشدین کے عہد میں ان پر کوئی عمارت تھی، بلکہ مروان کے عہد امارت تک اس پر عمارت نہ تھی جب عبدالملک بن مروان کا دور آیا تو اس نے صخرہ پر قبۃ تعمیر کروایا۔ موسم گرما اور سرما میں الگ الگ اس پر خوبصورت غلاف چڑھائے تاکہ لوگ بیت المقدس کی زیارت کی طرف راعب ہوں جہاں تک تاریخی حقائق ہمارے سامنے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ تابعین سرگرم مرکز صخرہ کی تعظیم نہیں کرتے تھے، اس لئے کہ وہ اب قبلہ نہیں رہا منسوخ ہو چکا ہے، وہ تو یہودیوں کا قبلہ ہے، اسی لیے وہ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں عیسائی بھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اب موجودہ عہد میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس عمارت کی خوبصورتی اور تجدد پر کروڑوں روپے صرف ہو رہے ہیں، اس کو ہم سولے اسراف اور فضول خرچی کے کیا کہہ سکتے ہیں، بلکہ یہ تو سراسر سلف صالحین کے طریق کی مخالفت ہے۔

(۱۶۷)، یہ نظریہ کہ جو شخص چار بار بیت المقدس میں وقوف کرتا ہے اس کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے صحیح یا

لہ الباعث (ص ۲۰)

(۱۶۸) یہ کہنا کہ صحیحہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان ہیں اور آپ کی دستا مبارک کا نشان ہے، بالکل جھوٹ ہے۔ نیز یہ کہنا کہ صحیحہ اللہ سبحانہ کے قدم کی جگہ ہے شیخ اسلام نے مجموعہ میں ان تمام باتوں کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

(۱۶۹) صحیحہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد قرار دینا بھی غلط ہے۔

(۱۷۰) یہ خیال کہ پل صراط، میزان و ہاں ہیں اور جنت دوزخ کے درمیان جو دیوار حائل

ہوگی، وہ وہی دیوار ہے جو مسجد بیت المقدس کی مشرقی جانب بنی ہوئی ہے، بے بنیاد ہے۔

(۱۷۱) زنجیر اور اس کی جگہ کو قابلِ تعظیم سمجھنا بے اصل ہے۔

(۱۷۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے قریب نماز ادا کرنا غیر مشروع ہے۔

(۱۷۳) حج کے موسم میں مسجد اقصیٰ میں گانے وغیرہ اور دف بجانے کی مجلس کا انعقاد کرنا

بدعت ہے۔

حج و عمرہ دیگر زیارات کی بدعات کی تفصیل بیان کرنے پر کتاب کا اقتضا کرتا ہوں جو بدعتیں معلوم ہو سکیں، انہیں حوالہ جات کے ساتھ اس لئے بیان کر دیا ہے تاکہ لوگ عبادات میں بدعت سے بچ سکیں اور عبادات اللہ کے ثواب سے نہ صرف یہ کہ وہ محروم ہوں، بلکہ عبادات جب بدعت کی شکل اختیار کریں گی تو اس وقت وہ عقاب خداوندی کا سبب بنیں گی۔ اسٹالہ تبارٹ و تعالیٰ ان یحییٰ ذالک یلقوا اللہ مسلمین۔ اقتناء اثر سید المسلمین والاہتداء بہدیر صلی اللہ علیہ وسلم و سبحانک اللہم و بحمدک اشمہد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک۔

لے مجموعہ ۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹

۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹

۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹، مجموعہ ۱۵۹

تقسیم کنندگان

مجلس التحقیق اسلامی • لاہور